

درس حدیث

ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر

احباب اسلامی - حیدر آباد

درس حدیث

ڈاکٹر ابوالخیر محمد ذبیر

احباب اسلامی - حیدر آباد

درس حدیث	کتاب
ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر	مصنف
صفحات	ضخی مرتب
ایک ہزار	تعداد
۱۹۹۷ء	اشاعت اول
السید کپوزرس، حیدرچوک، حیدر آباد	کپوزنگ
الائمه پڑھنگ کارپورشن گاؤں کھا جید باد	مطبع
	قیمت

ملئے کا پتہ

رکن الاسلام جامعہ مجددیہ

آزاد میدان، ہیر آباد، حیدر آباد

فون 612803-617086

پیش لفظ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آنحضرت روی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے و تفرق امتی علی
ثلاث و سبعین ملتہ کلہم فی النور الامنة واحده قلوا من هی بار رسول اللہ قل ما انما علیہ و
اصح علی (جامع ترمذی / میکواۃ باب الاعتصام ص ۳۰) آپ نے فرمایا کہ میرکامت ہتر
فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے سوائے ایک ملت کے سب کے سب جہنم میں جائیں گے
صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ ایک گروہ کو نہ ہے آپ نے فرمایا وہ وہ ہے جس پر میں اور
میرے صحابہ ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ایمان کی
کسوٹی ہیں جس کا ایمان ان جیسا ہو گا جس کا عقائد و نظریات ان جیسے ہوں گے وہ حق پر ہے اور
جنتی ہے اور جوان کے عقائد و نظریات پر نہیں وہ جنتی ہے اس زمانہ میں اس حدیث کا صحیح
صدق اقل سنت والجماعت ہیں۔ ان کے وہ ہی عقائد و نظریات جو حضور سرور کون و مکان
صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے تھے بعض لوگ عوام میں غلط فہمیاں پیدا کرنے
کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اقل سنت والجماعت کے بعض عقائد و اعمال شرکیہ ہیں
اور بدعت ہیں مثلاً علم غیب، حاضر و ناظر، حیات انبیاء و شہداء، سماع موتی، ندایا رسول اللہ،
انبیاء اور اولیاء کو مدد کے لئے پکارنا، میلاد شریف، سلام و قیام، گیارہویں، بارہویں، عرس،
تجھے، چالیسوائیں، فاتحہ و درود، دعا بعد نماز جنازہ، وسیلہ توسل، قبروں اور اولیاء کے مزارات پر
حاضری اور اس کا ادب و احترام کھانے پکارنا اور قرآن وغیرہ پڑھ کر مردوں کو اس کا ثواب پہنچانا،
نبیوں اور ولیوں سے نسبت برکھنے والی چیزوں اور تبرکات کا ادب و احترام، قبروں کو بوسہ دینا،
نماز میں آہست آواز سے مقتدیوں کا آمین کرنا، اور سورہ فاتحہ کی تلاوت نہ کرنا، نماز میں رکوع و
سمود کے وقت رفع یہ دین نہ کرنا، نماز میں بیس رکعت تراویح پڑھنا، تین طلاقوں کو ایک نہ ماننا،
ازان میں حضور کا نام سن کر انگوٹھے چومنا، بزرگوں اور ولیوں کے ہاتھ پاؤں چومنا، جھاڑ پھونک
تعویذ گندے کرنا، وغیرہ وغیرہ، اس قسم کے عقائد و نظریات اور اعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ

و سلم اور آپ کے صحابہ کے عقائد نظریات اور ان کے افکار و اعمال کے خلاف ہیں اور یہ سب کام اہل سنت و اجماعت کرتے ہیں تو چونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مانا علیہ و اصحابی (جس پر میں اور میرے صحابی ہیں) والے گروہ میں سے نہیں ہوئے ہندزایہ (معاذ اللہ) جنہی ہیں..... ہمارے عوام اس قسم کی باتیں سن کر اپنے عقائد و اعمال کے متعلق شکوہ و شہمات میں بستلا ہو جاتے ہیں اس لئے فقیر نے وہ تمام احادیث جمع کر دی ہیں جن میں مندرجہ بالا عقائد و نظریات و افکار و اعمال کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے اقوال و اعمال سے ملتا ہے ہر حدیث کو اس کے الفاظ کے ساتھ نقل کر کے اس کے متندر حوالے مع کتاب کی جلد اور صفحہ نمبر کے ذکر کئے ہیں اس کے بعد اس حدیث پاک کا ترجمہ اور اس حدیث سے جو فائدہ روشنی اور سبق ہمیں ملتا ہے اس کو ذکر کروایا ہے تاکہ اہل سنت و اجماعت کو یہ پڑھ کر اطمینان ہو جائے کہ الحمد للہ اہل سنت و اجماعت کا ہر عقیدہ اور عمل حدیث سے ثابت ہے بلکہ در حقیقت ان عقائد و اعمال کو نہ مانئے والے حدیث کے منکر ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں الحمد للہ احادیث سے ثابت ہیں اور اہل سنت و اجماعت ہی وہ ناجی اور جنتی گروہ ہے جو حضور اور آپ کے صحابہ کے ارشادات اور آپ کے طریقے پر عمل کر کے "ما اننا علمنا و اصحابی" والے گروہ میں شامل ہے اللہ تعالیٰ فقیر کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ مخلوق خدا کو اس سے مستفیض ہو کر اپنے صحیح عقائد و اعمال پر یقین، تقاومت اور غلط نظریات و اعمال سے نجات عطا فرمائے..... اور میرے لئے اس کو بخشش کا ذریعہ بنادے۔

آمين بجاه سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین

عاصی و خطاکار رحمت رب کا امیدوار

ابوالخیر محمد نبیر

آزاد میدان، بہیر آباد، حیدر آباد

مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۹۹ء

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَدِيثُ نُبْرٍ ١

أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ
الشَّمْسُ فَصَلَّى الظَّهَرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ
فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ أَنَّ بَيْنَ يَدِيهِ أَمْوَالًا عَظِيمًا
ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَ لَنْ يُسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُسْأَلْ عَنْهُ
فَوَاللَّهِ لَا تُسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبُرُكُمْ بِهِ
مَادِمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا قَالَ أَنَسٌ فَكَثُرَ النَّاسُ
البَكَاءُ وَكَثُرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي فَقَالَ أَنَسٌ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ
فَقَالَ أَيْنَ مَدْخُلِي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ النَّارَ فَقَامَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَذَافِرٍ فَقَالَ مَنْ أَبْيَ يَأْرِسُولَ اللَّهِ قَالَ
لِبُوكَ حَذَافِرَهُ قَالَ ثُمَّ كَثُرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي
سَلُونِي فَبَرَكَ عَمْرٌ عَلَى رَكْبَتِيهِ فَقَالَ رَضِينَا
بِاللَّهِ رِبِّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينَا وَبِعَمْدِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ رَسُولًا قَالَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حِينَ قَالَ عَمْرُ ذَالِكَ

(١- صحيح بخاري، باره ٢٩، جلد ٦، كتاب الاعظام بالكتاب والسنن
(٤٣٨)

(٢- تفسير خازن، زير آية لا تسألو عن اشياء ان
تبذركم الايتها)

ترجمہ: حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلتے ہی باہر تشریف لے آئے اور ظرکی نماز ادا فرمائی جب سلام پھیرا تو ممبر پر کھڑے ہو گئے اور قیامت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا جو شخص بھی کسی بھی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہے وہ سوال کرے خدا کی قسم میں جب تک اس جگہ یعنی ممبر پر ہوں تم جو بات مجھ سے پوچھو گے میں تہمیں وہ بتاؤں گا۔ انس کہتے ہیں یہ سن کر لوگ بہت رونے لگے (یعنی لوگ حضور کے غصہ سے کانپ گئے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی فرماتے رہے کہ ”جو مجھ سے پوچھنا چاہو پوچھ لو“ آخر ایک شخص (جو منافق تھا بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا) انھا اور پوچھنے لگا کہ میرا نھکانہ کمال ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...؟؟ آپ نے فرمایا تیرا نھکانہ دوزخ ہے۔ پھر حضرت عبد اللہ بن حذافہ اٹھے اور پوچھنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...! میرا باپ کون ہے...؟؟ (یعنی لوگ میرا باپ کسی اور کو بتاتے ہیں لہذا حقیقی میرا باپ کون ہے یہ بتائیے...) آپ نے فرمایا تیر باپ خدافہ ہے (یعنی تو صحیح النسب ہے لوگ جو تیرے نسب پر اعتراض کرتے ہیں وہ غلط ہے) پھر آپ نے کثرت سے فرمایا ”جو پوچھنا ہے پوچھ لو“ حضرت عمر (آپ کا غصب دیکھ کر بڑے ادب سے دو زانو ہو گر بینتے اور کہنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ انس کہتے ہیں جب آپ نے حضرت عمر کی یہ بات سنی تو آپ خاموش ہو گئے (یعنی آپ کا غصب ختم ہو گیا)۔

فوازدہ:- بخاری کی اس صحیح حدیث مبارک سے چند فوائد اور سبق ہمیں حاصل ہوئے ۔

۱۔ ایک تو یہ کہ یا رسول اللہ کنایہ شرک و بدعت یا حرام نہیں بلکہ صحابہ کی سنت ہے۔

۲۔ اس حدیث مبارک سے دوسری سب سے اہم بات یہ ثابت ہوئی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہرشے کا علم عطا فرمادیا ہے اس لئے کہ سلوانی یعنی جو چاہے پچھہ لو پے الفاظ وہی کہہ سکتا ہے جس کو ہر چیز کا علم ہو اور ہرشے کی خبر ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار یہ الفاظ دھرائے اور اس کے جواب میں جس نے جو پوچھا سرکار نے وہ بتا بھی دیا اس سے ثابت ہوا کہ جو پچھہ اس کائنات میں ہو چکا ہے یا قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ہر چیز کا مصطفیٰ علیہ التحیۃ والشاء کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمادیا ہے کوئی واقعہ کوئی خبر کوئی چیز ایسی نہیں جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہ دے دیا گیا ہو۔

۳۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مغیبات خمر یعنی پانچ قسم کے علم غیب مثلاً کل کیا ہو گا مل کے پیٹ میں کیا ہے، دغیرہ دغیرہ اس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہوتا۔ اس حدیث مبارک سے اس کا بھی رد ہو گیا کیونکہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن حذافۃ رضی اللہ عنہ کے نسب کو بیان فرمایا جس کا تعلق ”ما فی الارحام“ یعنی مل کے پیٹ والے مسئلہ سے ہے اور دوسرے منافق کے جواب میں فرمایا کہ تو جہنمی ہے یعنی کل جہنم میں جائے گا اسکا تعلق ماذا تکسب غذا یعنی کل کیا ہو گا اس سے ہے۔ ۹۹ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ علوم غیرے سے بھی اپنے محبوب کو سرفراز فرمادیا تھا اپنی قیامت کب آئے گی، کون کہاں مرے گا، پارش کب ہو گی، ان کا علم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمادیا گیا تھا۔

۴۔ اس حدیث مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غصب اور جلال کو دیکھ کر صحابہ کے کانپنے اور روٹے کا ذکر ہے جبکہ تفسیر خازن میں تفصیل کے ساتھ آپ کے غصہ کی وجہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض منافقوں نے آپ کے علم پر

اعتراض کیا تھا کہ آپ کو غیب کا علم نہیں ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جلال آگیا اور آپ نے غصہ سے فرمایا پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو...؟ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے علم پر کبھی اعتراض نہیں کرنا چاہئے جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کرتے ہیں وہ حضور کے غصب اور جلال کو دعوت دیتے ہیں اور اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں کیونکہ جس سے حضور ناراض ہو گئے اس کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔

۵۔ اور ایک بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض یہ منافقوں کا طریقہ ہے۔ اس وقت بھی حضور کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقوں نے ہی حضور کے علم پر اعتراض کیا تھا لہذا آج بھی اگر کوئی حضور کے علم پر اعتراض کرے کہ حضور کو یہ پتہ نہیں حضور کو وہ پتہ نہیں تو اس کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں اس کا حشر منافقوں کے ساتھ نہ ہو۔

حدیث نمبر ۲

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال هل ترون قبليتی مهنا واللہ ما یغفری علی رکوعکم ولا خشوعکم و انى لاری کم و راء ظهری

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الشرع فی الصلوٰۃ، ج ۱، ص ۳۷۴)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا مہنہ ادھر قبلہ کی طرف ہے۔ خدا کی قسم تمہارا رکوع اور تمہارا خشوع مجھ پر کچھ پوشیدہ نہیں اور میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

فواتح:- اس حدیث مبارک سے چند فوائد معلوم ہوئے ہیں!

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا جیسا بشر نہ سمجھا اور نہ کو۔ حضور کی کوئی چیز بھی ہم جیسی نہیں آپ کی ہر چیز نہیں ہے۔ دیکھو ہماری آنکھیں صرف آگے کو دیکھتی ہیں پیچھے کیا ہو رہا ہے اس کو نہیں دیکھ سکتیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں جس طرح آنکھیں دیکھتی ہیں اس ہی طرح پیچھے بھی دیکھ لیتی ہیں یہ تو وہ آنکھیں ہیں جنہوں نے رب کا دیدار کیا ہے بھلا ان کی برابری کون کر سکتا ہے۔

۲۔ اگر تم دیوار کے پیچھے نہیں دیکھ سکتے تو یہ مت کو کہ ”نبی پیچھے نہیں دیکھ سکتے“ (معاذ اللہ) ان کو اللہ نے وہ طاقتیں عطا فرمائی ہیں جو ہمیں عطا نہیں فرمائیں۔ اگر ہمیں کسی چیز کا علم نہیں اور کوئی شے ہم سے غیب میں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں حضور کی نگاہوں سے بھی او جمل ہے بلکہ جماں ہماری نگاہ نہیں پہنچ سکتی مصطفیٰ علیہ التحیۃ والشانع کی نگاہ وہاں بھی پہنچ جاتی ہے اور کوئی شے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں سے او جمل اور مخفی نہیں۔

۳۔ ”خشووع و خضوع“ دل کی ایک کیفیت کا نام ہے جس تک عام انسان کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی نماز پڑھتے وقت آدمی کے دل کی کیا کیفیت ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اتنی وسیع نگاہ عطا فرمائی ہے کہ جو دل کے حل اور قلب کی کیفت تک کو دیکھ لیتی ہے اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم حضور کی بارگاہ میں دل سے جو فریاد کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جان بھی لیتے ہیں اور فریادری بھی فرماتے ہیں۔۔۔۔۔

فریاد امتی جو کرے حال زار میں

ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خشووع و خضوع جیسی خفیہ چیز اور دل کی کیفیت جب نبی کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تو پھر دنیا کی اور کوئی شے نبی کی نگاہ سے کب مخفی رہ سکتی ہے۔

حدیث نمبر ۳

عن عبد اللہ بن عباس قال خَسْفَتُ الْعَمَى عَلَيْهِ

١٠

عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی قالوا یا
 رسول اللہ رائینا کے تکمیلت فقال انی
رائیت الجنۃ فناولت منها عنقاً و لو اخذته لَا
كُلْتُم مِنْهُ مَا بَقِيَتْ الدُّنْيَا (صحیح بخاری، کتاب الاذان،
 باب رفع البصر الام، جلد اول ص ۲۷۵)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن ہوا آپ نے نماز کسوف پڑھی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! ہم نے دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنی جگہ پر رہ کے کوئی چیز پکڑی پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے آپ نے فرمایا میں نے جنت کو دیکھا تو اس میں سے خوشہ لینے کا اگر میں لے لیتا تو جب تک دنیا قائم ہے تم اس میں سے کھاتے رہتے۔

فواہدہ:- اس حدیث مبارک سے مندرجہ ذیل چند فوائد معلوم ہوئے۔

- "یا رسول اللہ" کمنا بری بات یا شرک و بدعت نہیں بلکہ صحابہ کا طریقہ اور انکی سنت ہے اگر "یا رسول اللہ" کمنا شرک ہوتا تو صحابہ کبھی نہ کہتے اور نہ حضور ان کو کہنے کی اجازت دیتے۔

- چاند گرہن سورج گرہن ہو تو اس وقت نماز خسوف اور نماز کسوف پڑھنا چاہئے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور رب کے غصب سے بچنے کا ایک طریقہ ہے۔

- جب نیا مدینہ منورہ میں کھڑے ہو کر جنت کو دیکھ سکتے ہیں جو ساتوں آسماؤں سے اوپر ہے تو مدینہ منورہ میں جلوہ گر ہو کر حیدر آپو میں رہنے والے ہم غلاموں کو کیوں نہیں دیکھ سکتے۔ انکا غلام عالم کے جس کونہ میں بھی ہو زین اور آسمان کے جس گوشہ میں بھی ہو اور وہی سے آپ کو پکارے تو آپ اس کو دیکھتے بھی ہیں اور اس کی

فriad کو سنتے بھی ہیں۔

۴۔ مدینہ میں رہ کر جب آپ کا وست مبارک ساتوں آسمانوں کے اوپر جنت کے بانوں تک پہنچ سکتا ہے تو کیا وہ ہاتھ ہم مشکل میں پھنسنے ہوئے غلاموں کی مدد کو نہیں پہنچ سکتا؟؟ حسور کا امتی جمل سے بھی فriad کرے گا یہ ہاتھ دیں پہنچ کر اس کی فriad رسی کرے گا اور اسی وقت اس کی مشکل آسان کروے گا۔ کیوں کہ یہ معمولی ہاتھ نہیں۔ وہ ہاتھ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ”اپنا ہاتھ“ فرمایا ہے جب یہ خدا کا ہاتھ ہوا تو پھر اس کی طاقت سے کوئی شے کب باہر رہ سکتی ہے اسی کو علماء کی اصطلاح میں حاضر و ناظر کرتے ہیں کہ عالم کی ہر چیز کو حضور دیکھ بھی رہے ہیں اور اس پر تصرف بھی فرماسکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي
الْمَسْجِدِ فَعَصِبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرَتِ إِلَيْهِ فَأَذَا عُمَرُ بْنُ
الْخَطَّابِ فَقَالَ أَنْهِيْبُ فَاتَّنِي بِهَذِينِ فَجَئَتْهُ بِهِمَا
فَقَالَ مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مَنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَ مَنْ أَهْلُ الطَّافَةِ
قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلْدِ لَا وَجَعْتُكُمَا
تَرْفَعُانِ الصُّوَاتِ كَمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الصوت فی المسجد، جلد اول ص ۲۲۲)

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا اتنے میں ایک شخص نے مجھ پر سنکر پھینکا دیکھا کیا ہوں وہ حضرت عمر ہیں انہوں نے (مجھ سے) کہا کہ جاؤ اور ان دونوں اشخاص کو میرے پاس بلا

لاؤ میں ان کو بلا لایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ یا یوں فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم اس شر (مذہب) کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا۔ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں پکارتے ہو اور آواز بلند کرتے ہو۔

فواہد: اس حدیث مبارکہ سے مندرجہ ذیل فوائد معلوم ہوئے۔

۱۔ وہ چیز جس کو نبی سے نسبت ہو جائے صحابہ کرام اس کا بھی ادب کرتے تھے مسجد نبوی کو حضور سے نسبت تھی اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا اتنا ادب کیا کہ ایک صحابی کو بلانے کے لئے سنگمار کے ان کو بلا لایا آواز دے کر نہیں بلایا کہ کہیں بلند آواز نہ ہو جائے اور مسجد رسول کی بے ابی نہ ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ حضور سے نسبت رکھنے والی ہر شے کا ادب کرنا یہ صحابہ کرام کی سنت ہے۔

۲۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے محبوب کی بارگاہ کا ادب سکھایا ہے کہ **يَا إِيَّاهَا النَّبِيُّنَ أَمْنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ** (آیت سورہ حجرات) کہ اے ایمان والو نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کو۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب سکھانے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن اس حدیث میں ان دونوں اشخاص نے آواز اس وقت بلند کی جب حضور اس عالم سے پردہ فرمائے تھے اور حضرت عمر نے ان دونوں کو تنیسہ فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور اب بھی زندہ ہیں جس طرح آپ کے زمانہ اقدس میں آپ کے سامنے آواز بلند کرنا مجاز اس ہی طرح اب بھی آپ کے پردہ فرمائے کے بعد آواز بلند کرنا مجاز نہیں اور آپ کی بے ابی ہے۔ کیوں کہ آپ سن رہے ہیں۔

۳۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح حضور کی حیات میں آپ کا ادب و احترام ضروری تھا اس طرح پردہ فرمائے کے بعد بھی آپ کا احترام ضروری ہے (فیض

ہد جب نبی کی مسجد کی معمولی سی بے ادبی کرنے والا لائق تغیر ہے تو جو خود نبی کی توجیں اور بے ادبی کرے گا وہ کیوں نہ لائق تغیر ہو گا۔ علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضور کی اُنہی سے بے ادبی کرنے والا بھی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے وہ مرتد ہے اس کی توبہ بھی قبول نہیں اس کی سزا قتل ہے۔

حدیث نمبر ۵

قال عبد الله كَنَا إِذَا صَلَيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَنَا السَّلَامُ عَلَى جَبَرِائِيلَ وَمِيكَائِيلَ السَّلَامُ عَلَى فَلَانَ وَفَلَانَ فَالْتَّفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَيَقُولُ التَّحْيَاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَتُهُ اللَّهُ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عَبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قَلَّتُمُوهَا اصَابَتْ كُلُّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ اشْهُدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاشْهُدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب الشهدۃ فی الآخرة، جلد اول، ص ۵۲۱)

ترجمۃ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم (پسلے) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے تو (تشدید میں) یوں کہتے تھے جبرائیل پر سلام میکائیل پر سلام فلانے پر سلام فلانے پر سلام پھر حضور نے

ہمارے طرف منہ کیا اور فرمایا (تم اللہ کو کیا سلام کرتے ہو) اللہ کا
تو نام ہی خود سلام ہے جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو یوں کہے
التعیات لله والصلوات والطیبات السلام
علیک ایها النبی ورحمنته اللہ وبرکاته
السلام علیینا وعلی عباد اللہ الصالحین جب تم یہ
کہو گے تو تمہارا سلام آسمان اور زمین میں جہاں کوئی اللہ کا بندہ
ہے اس کو پہنچ جائے گا اشہد ان لا اله الا اللہ و اشہد

ان محمد عبده و رسولہ

فواائد:- اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد معلوم ہوئے۔۔۔

۱۔ تشدید میں آدمی "التحیات" بڑی خاموشی سے پڑھتا ہے کہ پاس پیٹھنے والا بھی مشکل سے سُن پاتا ہے لیکن یہاں مقتدى خاموشی سے پڑھ رہے ہیں اور حضور امامت کے مسئلے پر ان کی آوازوں کو سُن رہے ہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے کانوں کو وہ قوت سماعت عطا فرمائی ہے جو دور و نزدیک قریب و بعید تک اور تیز ہر آواز کو سُن لیتے ہیں لہذا حیدر آباد سے جو غلام "یا رسول اللہ" کہہ کر آپ کو پکارے گا آپ روضہ القدس میں جلوہ فرماء ہو کر ہماری اس آواز کو بھی ضرور سن لیں گے۔ کیون نہ ہو جب قرآن کے ارشاد کے مطابق کئی میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز حضرت سليمان عليه السلام نے سُن لی تھی تو پھر جو حضرت سليمان عليه السلام کا بھی نبی ہو ان کا بھی آقا اور امام ہو یعنی امام الانبیاء مسیح درد جہاں صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہماری اور اپنے ہرامتی کی آواز کو کیوں نہیں سُن سکتے۔

۲۔ "السلام علیک ایها النبی" اور "الصلواة والسلام علیک یا رسول اللہ" کے ایک معنی ہیں اور اس حدیث میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو نماز کے اندر اس کے پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں معلوم ہوا کہ "الصلواة والسلام علیک یا رسول اللہ" کے الفاظ سے حضور پر درود بھیجنا اور یا رسول اللہ کہ کے حضور کو پکارنا نہ شرک ہے اور نہ بد نعمت ہے بلکہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل ہے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی سارے جہاں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہر جگہ نمازوں پڑھی جا رہی ہیں اور نمازوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "السلام علیک ایسا النبی" کہہ کے پکارا جا رہا ہے معلوم ہوا کہ دور و نزدیک حاضر و غائب کا بھی کوئی فرق نہیں ہر شخص خواہ حضور کے روپ پر ہو یا روضہ انور سے دور ہو ہر جگہ سے "یا رسول اللہ" کہہ کے حضور کو پکار سکتا ہے اگر یا رسول اللہ کہنا شرک ہوتا تو خود حضور اپنے تمام امیتیوں کو نماز جیسی اہم عبادت میں "ایسا النبی" کہہ کہ نبی کو پکارنے کا کبھی حکم نہیں دیتے۔

۴۔ "السلام علیک ایسا النبی" کے معنی ہیں "اے نبی آپ پر سلام ہو" ان الفاظ کے ساتھ سلام اسی کو کہا جاسکتا ہے جو سامنے حاضر ہو کسی غائب آدمی کو ان الفاظ میں کبھی اس طرح سلام نہیں کہا جاسکتا اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے جو امتی جہاں سے بھی حضور پر ان الفاظ میں سلام بھیجتا ہے تو حضور اس کے پاس ہوتے ہیں روضہ انور میں جلوہ فرماتے ہوئے اس سے قریب ہوتے ہیں یہی مفہوم ہے حاضر و ناظر کا۔

حدیث نمبر ۶

عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ أَبْيَتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِي سُلِّمْ فَقِيلَتْ إِسْنَاكُ مَرَافِقَتِكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ أَوْ غَيْرَ فَالِكَ قَلَتْ هُوَ ذَاكَ فَاعْنَى عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السَّجْدَةِ
(صحیح مسلم / مکملۃ المصالح، باب السجدة و نفلہ)

ترجمہ:- حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کو خدمت اقدسی میں حاضر رہتا تھا ایک رات میں حضور کے لئے بخوبی پانی

اور دیگر ضروریات لے کے حاضر ہوا تو حضور نے مجھ سے ارشاد فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی سُنگت مانگتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی چاہئے میں نے عرض کی میری مراد تو بس یہی ہے حضور نے فرمایا اپنی جان پر سجدوں کی زیادتی سے میری مدد کر۔

فواہدہ۔ اس حدیث سے چند فوائد معلوم ہوئے۔

- حضور نے مطلقاً فرمایا کہ سل یعنی مانگ، یہ نہیں فرمایا کہ فلاں چیز مانگ کوئی قید نہیں لگائی اس سے معلوم ہوا کہ ساری کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ و اختیار میں ہے سارے عالم میں سے جس کو جو چاہیں عطاے فرماسکتے ہیں، مانگنے والا اس در سے جو مانگے گا اس کو وہی ملے گا۔

مانگنے کے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا بہ نہ حاجت اگر کی ہے

- حضرت ربیعہ نے بھی دنیا کی کوئی چیز نہیں مانگی بلکہ دوسرے جہاں کی ایک چیز جنت مانگی اور صرف جنت بھی نہیں بلکہ جنت کا اعلیٰ مرتبہ مانگا اس کے جواب میں حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ نہیں دے سکتا بلکہ حضرت نے فرمایا کہ کچھ اور مانگنا چاہتا ہے وہ بھی مانگ لے اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی حکومت اور پادشاہت صرف اس جہاں پر ہتی بلکہ اس جہاں پر بھی ہے اللہ تعالیٰ نے دونوں جہاں اپنے محبوب کے ملک کر دئے ہیں اس میں سے جس کو چاہیں جو چاہیں عطاے فرماؤ۔

جو چاہے ان سے مانگ کہ دونوں جہاں کی خیر
ذر نا خریدہ ایک کنیز ان کے مگر کی ہے

- حضرت ربیعہ نے یہ عرض کیا کہ میں آپ سے مانگتا ہوں اس پر حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیا شرک کی بلت کر رہے ہو اللہ سے مانگو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے سے مانگنا شرک ہے اس سچے معلوم ہوا کہ عبیوں اور ولیوں کو اللہ کی دی ہوئی طاقت اور قدرت سے دینے والا سمجھ کر ان سے مانگنا شرک نہیں بلکہ محلہ کی سُنگت ہے اور

اس پر حضور کی ہر تصدیق بھی ثابت ہے۔

حاکم حکیم داد د دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مرد دویہ مراد کس آیت خبر کی ہے

حدیث نمبر ۷

قال حمید ابن عبد الرحمن سمعت معاویتہ خطیبیا یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقوہ فی الدین و انما انا قاسم واللہ یعطی و لَنْ تزالْ هذه الامته قائمتہ علی امر اللہ لَا یضرهم من خالفہم حتیٰ یاتی امر اللہ (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا (جلد اول ص ۱۲۵)

ترجمۃ حضرت حمید بن عبد الرحمن نے کہا کہ میں نے معاویتہ سے خطبہ میں سا وہ کہتے تھے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ کو جسکی بھلائی منظور ہوتی ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ رہتا ہے اور یہ جماعت (اسلام) ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی و شہنوں سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے یعنی قیامت۔

فواہدہ۔ اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں۔۔۔

۱۔ اس حدیث پاک کے اندر واللہ یعلی (اللہ رہتا ہے) میں کوئی قید ہے اور نہ ہی رنا قاسم (میں تقسیم کرتا ہوں) میں کوئی قید ہے دونوں مطلق ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز بھی خدا رہتا ہے وہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والشاء کے ہاتھوں سے دلوتا ہے۔ خواہ وہ علم ہو دولت ہو مل و اولاد ہو عزت و شوکت ہو کامیابی و کامرانی ہو سلطنت و

پلو شاہت ہو ولایت و معرفت ہو نبوت و رسالت ہو الغرض جو نعمت بھی اللہ تعالیٰ جس کو عطا فرماتا ہے وہ حضور کے ذریعہ عطا فرماتا ہے۔

۲۔ اس حدیث مبارک میں زمانہ کی بھی کوئی قید نہیں لہذا ثابت ہوا کہ پہلے بھی جس کو خدا نے جو کچھ دیا وہ حضور کے ذریعہ دلوایا آج بھی جس کو جو کچھ مل رہا ہے وہ حضور کے ہاتھوں سے مل رہا ہے اور کل بھی قیامت تک جس کو جو کچھ ملے گا وہ حضور ہی کے ذریعہ انہی کے واسطے سے ملے گا۔

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

۳۔ ظاہر ہے بانٹنے والا اس وقت بانٹنے گا جب مالک نے اس کو وہ چیز دے دی ہو جب سب کچھ حضور بانٹتے ہیں اور تقسیم فرماتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز مصطفیٰ کو عطا فرمادی ہے ساری کائنات ان کی ملکیت میں دے کر ان کو اس پر قبضہ و اختیار دے دیا گیا ہے کہ اللہ کی عطا سے جس کو چاہیں جو چاہیں عطا فرمائیں۔

۴۔ جب نبی کے ہاتھوں سے خدا کی ہر نعمت مل رہی ہے تو ظاہر ہے پھر مانگا بھی انہی سے ہی جائے گا لہذا معلوم ہوا کہ دین و دنیا کی کسی نعمت کا بھی حضور سے مانگنا اور اس کا حضور سے سوال کرنا اور یہ کہنا کہ یا رسول اللہ مجھے یہ عطا کر دیجئے وہ عطا کر دیجئے ایسا کہنا نہ حرام ہے نہ شرک ہے نہ بدعت۔

۵۔ بعض کہتے ہیں کہ حضور کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے لیکن اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ایسے نافع اور نفع رسول ہے کہ ساری کائنات کو ہر نعمت انہیں سے ملتی ہے۔

حدیث نمبر ۸

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَى يَوْمِ الْجِمعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ
مَشْهُودٌ تَشْهُدُهُ الْمُلْكُتُونَ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَصْلُى

عَلَى الْأَبْلَغِنِ صُوْتِهِ حَيْثُ كَانَ قَدْنَا وَ بَعْدَ وَ
فَاتَكَ قَالَ وَ بَعْدَ وَفَاتِي أَنَّ اللَّهَ حَرَمَ عَلَى الْأَرْضِ
 ان تاک ان جساد الانبياء / سنن ابن ماجہ / طبرانی / ترغیب /
 جلاء الافہام ابن قیم جوزیہ ص ۷۲)

ترجمہ:- حضرت ابو الدراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ یہ یوم مشہود ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں جو بندہ مجھ پر درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے خواہ وہ بندہ کمیں بھی ہو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا آپ کے وصال کے بعد بھی آپ نے فرمایا ہل میرے وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔

فواہد:- یہ حدیث مبارک جس کو مندرجہ بالا تمام محدثین نے صحیح اور اس کی سند کو جید کہا ہے اس سے چند فواہد حاصل ہوئے.....

- اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں کیونکہ روح تو ہر انسان کی زندہ اور باتی رہتی ہے لہذا اگر انبیاء کی حیات سے اگر یہ مرادی جائے کہ ان کی روح زندہ اور باتی ہے تو اس میں ان کی کیا تخصیص اور کمال۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کی حیات کی تخصیص اور اس کا کمال یہ ہے کہ وہ جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة میں (جلد دوم ص ۳۳۳) فرمایا اور صحابہ کے سوال پر آپ کا فرمانا کہ انبیاء کے جسم صحیح سالم باتی رہتے ہیں اس کا ذکر بخوبی یہ ہے کہ انبیاء کو وفات کے بعد اللہ تعالیٰ دوسرا زندگی کی طرح حسی اور جسمانی ہوتی ہے

انبیاء کو بھی اجل آئی ہے

لیکن ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اس آن کے بعد ان کی حیات
مش ش سابق وہ جسمانی ہے
اور ان کی روح ہو سکتی ہی لطف
اس کے اجسام کی کب ٹافی ہے

۲۔ واضح طور پر اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور کے لئے قرب و بعد سب
یکساں ہے حضور کا کوئی امتی خواہ روضہ شریف کے قریب ہو یا دور عالم کے کسی کونے
سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارے گا تو حضور خود اس کی آواز کو سن کر اس کی
فریاد رسی فرمائیں گے۔

دور و نزدیک کے نئے والے وہ کان
کان لعل کرامت پر لاکھوں سلام

۳۔ یوں تو درود شریف ہر وقت پڑھنا باعث ثواب اور ترقی درجات کا موجب ہے
مگر خصوصیت کے ساتھ افضل الایام یعنی جمعہ میں افضل الانام صلی اللہ علیہ وسلم پر
درود شریف پڑھنے کی بہت فضیلت آئی ہے جامع صغیر میں ایک روایت آئی ہے کہ جمعہ
کے دن درود پڑھنے والے کو حضور کا خاص قرب ملے گا۔ (جامع صغیر جلد اول ص
۵۳) اسی میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایسے شخص کے لئے قیامت کے دن میں گواہ
اور شفیع ہوں گا۔ لہذا جمعہ کے دن اور اس کی رات کو درود شریف کی کثرت کر کے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص قرب حاصل کرنا چاہئے۔

۴۔ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے بعد اپنے روضہ
انور میں بھی اس ہی طرح سنتے ہیں جس طرح اپنی ظاہری حیات میں سناتے تھے لہذا
یا رسول اللہ کے حضور سے فریاد کرنے والے کی فریاد بے کار نہیں جا رہی بلکہ اس
کے آقا اس کی فریاد کو سنتے بھی ہیں اور مشکل کشائی بھی فرماتے ہیں۔ اور اس پر آپ
کا یہ ارشاد کافی ہے کہ الامثلی صوتہ کہ مجھ تک اس کی آواز چھپتی ہے۔

حدیث نمبر ۹

عَنْ أَبْنَ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَأَيْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرِينَ يَعْذِّبُ بَانَ فَقَالَ إِنَّهُمَا لِيَعْذِّبَانَ وَمَا يَعْذِّبَانَ فِي كَبِيرٍ أَمَا احْدِهِمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَا الْآخِرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ اخْدَجَ جَرِيدَةَ رُطْبَةَ فَشَقَّهَا بِنَصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَّزَ فِي كَلْ قَبْرٍ وَاحْدَةً فَقَالَ الْوَالِمُ صَنَعْتَ هَذَا فَقَالَ لِعَلَّهُ أَنْ يَعْفُ عنْهُمَا مَا لَمْ يَبِسْسَا

(صحیح بخاری، جلد اول ص ۱۸۲)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گذرے جن پر عذاب ہو رہا تھا آپ نے فرمایا ان کو کسی بڑی بات کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا انہیں سے ایک تو پیش اب (کی چینیوں) سے نہیں پچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا پھر تا تھا پھر آپ نے کھجور کی ایک سبز شنی لی اس کو نیچ میں سے چیر کر اس کے دو حصے کر دئے اور ہر قبر پر ایک حصہ گاڑ دیا صاحبہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ایسا کیوں کیا آپ نے فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں سر بزر ہیں گی ان کا عذاب ہلاکار ہے گا۔

فواہدہ:- اس حدیث مبارک سے چند فوائد حاصل ہوئے...۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا وسیع علم عطا فرمایا تھا، منوں مٹی تلے قبر کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ حضور کونہ صرف اس کا علم ہو گیا بلکہ عذاب کیوں ہو رہا ہے اور اس شخص نے اپنی ظاہری زندگی میں کیا کیا گناہ کئے تھے حضور کو اس کا بھی علم تھا ثابت ہوا کہ ماضی ہو حال ہو یا مستقبل، زمین کے اوپر ہو یا زمین کے نیچے

آسمان کے اوپر ہو یا آسمان کے نیچے کوئی شے کوئی واقعہ قیامت تک آنے والا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں سے او جھل اور پوشیدہ نہیں۔ ہر چیز حضور کی نگاہوں کے سامنے ہے اور ہر چیز کا حضور کو علم حاصل ہے۔

۲۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کے اوپر تشریف فرمادیکے زمین کے اندر کیا ہو رہا ہے اس کو دیکھ رہے تھے تو آج روضہ شریف میں جلوہ فرمادیکے ہم زمین پر چلنے والے غلاموں کو کیوں نہیں دیکھ سکتے یقیناً حضور کی اپنے امتیوں پر نگاہ ہے حضور نہ صرف ان کو دیکھ رہے ہیں بلکہ انکی فریاد کو سن بھی رہے ہیں اور فریاد رسی بھی فرماتے ہیں اس حدیث میں یہی بتایا گیا ہے کہ ایک عالم میں رہ کر دوسرے عالم سے حضور کا رابطہ منقطع نہیں ہوتا وہ اس عالم میں رہ کر جب عالم برزخ کے حالات کو دیکھ بھی رہے ہیں اور ان کی مردوں کی مدد بھی فرمادیکے ہیں تو جب آپ خود اس عالم برزخ میں جائیں گے تو اس وقت ہمارے حالات سے باخبر بھی ہوں گے اور ہماری مدد بھی فرمائیں گے۔ جب یہاں رہ کر قبر والوں کی مدد کر سکتے ہیں تو قبر میں جا کر ہماری مدد کیوں نہیں کریں گے۔

۳۔ حضور کے آنکھ ناک ہاتھ پیر الغرض جسم الہر کے کوئی عضو حتیٰ کے ایک بال کی بھی دنیا میں کوئی نظریارور مثال نہیں۔ آپ کی ہر چیز بے مثال ہے ہماری آنکھوں کے سامنے کوئی پردہ جواب یا کوئی رکاوٹ آجائے تو پردہ کے پیچے ہماری آنکھوں کو نظر نہیں آتا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کے لئے ان جنبات کی کوئی حیثیت نہیں تھی آپ جس طرح زمین کی اوپر کی اشیاء کو دیکھ لیتے تھے اس ہی طرح زمین کی اندر کی اشیاء کو بھی بغیر کسی خوردگی وغیرہ کے دیکھ لیا کرتے تھے جیسے آپ نے یہاں اس حدیث میں قبر کے اندر ان دونوں اشخاص کے عذاب کو دیکھ لیا لہذا اب کون کہ سکتا ہے کہ حضور ہماری طرح کے بشر ہیں ہماری تو کیا حقیقت ہے حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑے بڑے اولو العزم پیغمبر اور خدا کی نورانی مخلوق حتیٰ کے جبرائیل امین جیسا فرشتہ بھی آپ کی برابری نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ معراج کی رات جبرائیل بھی یہ کہ کے پیچے رہ گئے کہ **لَوْدُنُوتَ اِنْمَلَتَهُ لَا سُتْرَقَتَ** کہ اگر میں ایک

پورے برابر بھی آگے بڑھوں گا تو جل جاؤں گا لیکن میرانبی اس ہی مقام ارفع و اعلیٰ پر خرامی خرامی مسکرا تا ہوا تشریف لے گیا معلوم ہوا کہ کائنات میں کوئی مصطفیٰ کی برابری نہیں کر سکتا۔

۳۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو حضور نے فرمایا کہ یہ ٹھنڈیاں جب تک تو تازہ رہیں گی ان کا عذاب ہلکا ہو جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک وہ تو تازہ ہیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی رہیں گی جس سے مردے کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر جو حلاوت کی جائے یا تسبیح چالیسوائ سو مم عرس وغیرہ میں جو قرآن پاک اور کلمہ درود وغیرہ پڑھا جاتا ہے اس سے بدرجہ اولیٰ مردہ کو ثواب پہنچے گا اور اس کا عذاب ہلکا ہو گا اور اگر وہ اللہ کا مقرب بندہ ہے تو اس پڑھنے سے اس کے درجے بلند ہو جائیں گے۔

۴۔ اشتبہ المحدثات میں شیخ عبد الحق محدث رہلوی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ جب سبز شنی کی تسبیح سے مردہ کا عذاب ہلکا ہو جاتا ہے تو یقیناً تو تازہ پھولوں کی تسبیح سے بھی مردہ کا عذاب ضرور ہلکا ہو گا اور اس کے درجات بلند ہوں گے لہذا اس حدیث سے قبروں پر پھولوں کا ڈالنا بھی ثابت ہو گیا بلکہ مرقاۃ میں ملا علی قاری نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ پھولوں کا قبروں پر ڈالنا سنت ہے۔

۵۔ بعض گناہوں کو معمولی سمجھ کر اس کو اختیار نہیں کر لیتا چاہئے وہ آخرت میں بڑے عذاب کا باعث بن سکتے ہیں دیکھو چغل خوری اور پیشاب کے چھینٹوں سے بچنا کتنی معمولی سی بات ہے کہ آدمی اگر کوشش کرے تو اس سے نفع سکتا ہے لیکن ان دونوں اشخاص نے ان چھینٹوں کا خیال نہیں کیا تو یہی آخرت میں عذاب اللہ کا اور غصب خداوندی کا باعث بن گئیں اسی طرح دیکھ گناہوں کو بھی معمولی نہیں سمجھتا چاہئے بلکہ ہر گناہ کو اہم سمجھ کر اس سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔

حدیث نمبر ۱۰

قالت اُنی رائیت اُنہ خرج منی نور اضافت لہ

(مسند احمد / داری / حاکم / بیہقی / ابو نعیم /)

(خاصائص کبریٰ حج ا، ص ۶۲)

ترجمہ۔ حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ (حضور کی ولادت کے وقت) میں نے دیکھا کہ مجھ سے نور لکھا جس کی وجہ سے شام کے محلات (مجھ پر) روشن ہو گئے۔

فواہد۔ اس حدیث سے چند فواہد حاصل ہوئے۔

۱۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور نور ہیں آپ کی حقیقت نورانی ہے اور دیگر معتبر احادیث کی رو سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور کو اس وقت پیدا فرمایا جب عالم میں کوئی شے موجود نہیں تھی سب سے پہلے اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو وہ ہمارے آقا کے نور کو پیدا فرمایا اور پارہ رفع الاول کو وہ نور انسانی لباس اور بشری پیکر میں اس عالم رنگ و بو کے اندر جلوہ گر ہو گیا۔

۲۔ دنیا میں انسان کتنی پاور کے ہنڈے جالے لیکن اس تیز ترین روشنی کے باوجود دیوار کے پیچھے کی چیز نظر نہیں آ سکتی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور میں یہ خاصیت رکھ دی تھی کہ اس نور کے باعث کوسوں میل کے فاصلہ پر شام کے محلات حضرت بی بی آمنہ پر روشن ہو گئے اور ان کو نظر آنے لگے۔ تو جب اس نور کے صدقہ میں دوسروں کی نگاہوں سے غیب کے پردے انٹھ جاتے ہیں اور دور دراز کی غائب اور نگاہوں سے او جمل چیزیں نظر آنے لگتی ہیں تو پھر خود اس نور والی ذات پر بھلا کوئی غیب کب تھی اور پوشیدہ رہ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس نور جسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان الله رفع لى الدنيا فانا انظر اليها و الى ما هو كائن فيها الى يوم القيامته كأنما انظر الى سخني هذا (زرقلی) کہ اللہ تعالیٰ نے روئے نہیں کو انھا کر میرے سامنے کر دیا اور میں اس کو اور ان میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنی اس

ہتھیلی کو رکھتا ہوں۔

۳۔ اس حدیث میں حضرت بی بی آمنہ نے اور کئی صحابیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے اس واقعہ کو ذکر کیا اس ہی کو میلاد منانا کرتے ہیں تو گویا انہوں نے نبی کا میلاد منیا اس سے ثابت ہوا کہ نبی کا میلاد منانا شرک یا بدعت نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور صحابہ کی سنت ہے اور چونکہ اسی واقعہ کو خصائص کبریٰ میں خود حضور کی زبانی بھی حدیث مرفوع کے طور پر بیان کیا گیا ہے اس لئے یہ ذکر ولادت اور میلاد شریف کا منانا خود حضور کی سنت بھی ہو جائے گی۔

۴۔ رب نے اپنے محبوب کی آمد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور میلاد کی خوشی میں اپنے شیامیان شان اس طرح چراغیں فرمایا کہ ایک نور ظاہر فرمایا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ معلوم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر چراغیں کرنا شرک یا بدعت نہیں بلکہ خود رب کائنات کی سنت ہے۔

حدیث نمبر ॥

عَنْ عَقِبَةِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ
يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أَحَدٍ صَلَوةً عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ
انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ أَنِّي فِرْطٌ لَكُمْ وَإِنِّي
شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي لَا نَظَرٌ إِلَى حَوْضِ الْأَرْضِ وَإِنِّي
أَعْطِيْتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنَ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ
وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَشْرِكُوا بِّعْدِي وَ
لَكُنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ كَنْ أَنْ تَنَافِسُوا فِيهَا

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب احمد بنہا، جلد دوم ص ۵۸۵)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مدینہ سے باہر نکلے اور احمد کے شہیدوں پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح نماز جناہ

پڑھی جاتی ہے (یعنی دعا کی) پھر ممبر پر تشریف لائے اور فرمائے
گئے کہ میں تمہارا پیش خیمہ ہوں میں تمہارا گواہ بھی ہوں اور میں
تو اس وقت بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے
خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں یا یوں فرمایا کہ زمین کی کنجیاں
دے دی گئی ہیں اور خدا کی قسم مجھے تم سے یہ ڈر نہیں کہ تم
میرے بعد مشرک بن جاؤ گے مجھ کو تو یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں نہ
چھپس جاؤ۔

فوازدہ:- اس حدیث مبارک سے چند فوائد حاصل ہوئے...۔

- گواہ وہ ہوتا ہے جو کسی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر گواہی دے حضور قیامت تک
آنے والی اپنی تمام امت کے گواہ ہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا تو ثابت ہوا
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ شریف میں تشریف فرمایا ہو کے اپنی تمام امت
پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں اور ان کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں کوئی چیز حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں، جبھی تو وہ قیامت کے دن ہماری گواہی دیں گے۔

- نگاہ مصطفیٰ کی عظمت کا پتہ چل گیا کہ جب میرے آقامدینہ میں پیش کر ساتوں
آسمانوں سے اوپر کے حوض کو دیکھ سکتے ہیں تو روضہ شریف میں تشریف فرمایا ہوتے
ہوئے دنیا میں پھیلے ہوئے اپنے غلاموں کو کیوں نہیں دیکھ سکتے؟ الغرض عرش و فرش
ان کی نگاہوں کے سامنے ہے اور اس کی کوئی شے آپ کی نگاہوں سے او جھل نہیں۔

- کنجیاں مالک ہی کو دی جاتی ہیں جب حضور کو تمام زمین اور اس کے خزانوں کی
کنجیاں رب نے عطا فرمادیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اب زمین اور اس کی ہر شے کے
اللہ کی عطا سے حضور مالک ہیں...۔

ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے
مالک کل کھلاتے یہ ہیں
اٹا اعینا ک کو اکوثر
ساری کثرت پاتے یہ ہیں

۴۔ زمین اور اس کے خزانوں میں تمام انسان حیوانات بیانات جہادات تمام علوم و معارف ظاہری باطنی روحانی جسمانی تمام نعمتیں اور دولتیں آگئیں - پتہ یہ چلا کہ ان سب کے حضور مالک ہیں ہمارے جان و دل کے مالک بھی حضور ہیں - ہر علم و حکمت کے بھی حضور ہی مالک ہیں اب جس کو جو کچھ ملے گا در در مصطفیٰ سے ملے گا۔

۵۔ ظاہر ہے جو کسی چیز کا مالک ہوتا ہے تو وہ چیز اس ہی سے مانگنے باتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے تمام زمین اور اس کے خزانوں کی سنجیاں اپنے محبوب کو دیکے سب چیزوں کا مالک اپنے محبوب کو بنایا تو اب جو کچھ مانگا جائے گا وہ حضور کے ہی در سے مانگا جائے گا۔ اس ہی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے حضور کے ہی در پر بھیجا اور قرآن میں حکم دیا کہ حضور کے در پر حاضر ہو کر حضور کی سفارش لے کر آؤ پھر مجھ سے بخشش طلب کرو تو میں تمہیں معاف کروں گا اور حضور سے رب نے فرمادیا کہ **وَإِمَّا مَا تَائَلَ فَلَا تُنْهِرُوهُ** کہ کسی سائل کو جھڑکیں نہیں معلوم ہوا کہ حضور سے مانگنا نہ شرک ہے اور نہ حرام بلکہ اس ہی میں رب کی رضا اور رب کی عطا مضر ہے ۔ آج چھوٹی چھوٹی باتوں پر کفر و شرک کے فتوے لگوئے جاتے ہیں کسی نے تیجہ کر لیا تو شرک چالیسوں کر لیا تو شرک عرس کر لیا تو شرک مزارات اولیاء پر چلا گیا تو شرک حضور کا وسیلہ پکڑ لیا تو شرک، حالانکہ یہ سب غلط ہے ان میں سے کوئی شرک نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمادیا کہ میں اس سے نہیں ڈرتا کہ تم مرے بعد شرک کو گے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں شرک کہیں نہیں ہو گا اور یہ کام شرک نہیں اگر کوئی کہتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بات کرنے پر اس کا قول معتبر نہیں ۔

۶۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ تم دنیا میں نہ پھنس جاؤ اس سے حضور کا علم تجہیب ثابت ہوتا ہے کہ آج واقعی مسلمان دنیا میں پھنس کر اپنے دین سے غافل ہوتا ہے جارہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سینکڑوں سال پہلے ان حالات کو دیکھ رہی تھی اور جو حضور نے فرمایا وہ سچ نکلا۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ دنیا میں اتنا منہک نہ ہوں کہ دین سے غافل ہو جائیں

دنیا میں پھنسنا اس ہی کو کہتے ہیں ہل اگر دین کے احکامات اور حقوق اسلامی کو اداء کرتے ہوئے آدمی دنیا کماتا ہے تو وہ اسلام میں معیوب نہیں بلکہ سنت رسول ہے اور عبادت اللہ میں داخل ہے۔

حدیث نمبر ۱۲

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوقَ الْبَيْوَتِ وَتَفَرَّقَ
الْعُلَمَانُ وَالْعَدْمُ فِي الظَّرِيقَةِ يَنَادُونَ يَا مُحَمَّدَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ يَا مُحَمَّدَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

(صحیح مسلم، جلد دوم ص ۳۱۹، باب حدیث المجرة)

ترجمہ۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کے مدینے میں داخل ہوئے تو مرد اور عورتیں گروں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کوچوں میں بکھر گئے اور یہ نعرے لگاتے تھے یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ۔

فوائد۔ اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئے۔

۱۔ ہم اہل سنت والجماعت کا جو نعروہ رسالت کے بواب میں یا رسول اللہ کا نعروہ لگاتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ صحابہ کی سنت ہے اگر کوئی اس نعروہ کو حرام یا شرک کہتا ہے تو گویا وہ بالفاظ دیگر معاذ اللہ صحابہ کو مشرک کہہ رہا ہے کیونکہ یہ نعروہ تو صحابہ نے لگایا ہے۔ اس کو اپنے ایمان کی تکریبی کرنی چاہئے۔

۲۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کے علاوہ کسی نبی یا ولی کو یا کہہ کے پکارنا شرک نہیں کیوں کہ یہاں صحابہ نے حضور کو یا محمد یا رسول اللہ کہہ کے پکارا لیکن حضور نے ان کو منع نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ یا کہہ کے کسی کو پکارنا شرک نہیں۔

۳۔ وَ تَفَرَّقَ الْعُلَمَانُ وَالْعَدْمُ یعنی بچے اور غلام گلیوں میں پھیل گئے اور

نترے لگنے لگے اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ حضور کے سامنے تھے اور کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عائب تھے کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے تو کچھ دور تھے لیکن سب یا رسول اللہ کا نعرہ لگا رہے تھے معلوم ہوا کہ خواہ کوئی نبی سے قریب ہو یا دور خواہ کوئی روضہ شریف پر حاضر ہو یا اپنے ملک اور شریعت میں بیٹھا ہوا ہو حضور کو یا کہہ کے پکارے اور یا رسول اللہ کا نعرہ لگائے تو یہ شرک نہیں اور شریعت میں منع نہیں۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کی خوشی میں صحابہ سڑکوں پر تھے، اس سے ثابت ہوا کہ اس عالم میں حضور کی آمد اور ولادت کی خوشی میں سڑکوں پر آکے جلوس نکالنا یہ صحابہ کی سنت ہے شرک و بدعت نہیں بلکہ یہ تو فرشتوں کی سنت ہے کیونکہ حضور کی ولادت پر فرشتوں کی بی بی آمنہ کے مکان سے لے کر آسمان تک لائی گئی ہوئی تھی اور وہ حضور کے میلاد کی خوشی میں جلوس کی شکل میں درود و سلام کے ہرئے پیش کر رہے تھے۔

حدیث نمبر ۱۳

عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر اتى
النبي صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان يعا
فيبني قال ان شئت اخرت لك و هو خير و ان
شت دعوت فقال ادعه فامرہ ان یتوضا فيحسن
وضوئه و یصلی رکعتین و یدعو بهذا الدعاء
اللهم انی استلک و اتوجه اليک بیک محمد نبی
الرحمت یا محمد انی قد تو جهت بک الى
ربی فی حاجتی هنہ لتقضی لی اللهم فشفعه
فی

سنن ابن ماجہ ص ۱۰۰ / جامع ترمذی جلد دوم ص ۱۹۸ / مجمع

الزواائد جلد دوم ص ۲۸۲ / مسند امام حاکم جلد اول ص ۳۱۳
 / عمل الیوم واللیلة لابن سنی ص ۲۹۶ / مسند احمد جلد چہارم ص
 ۱۳۸ / فتاویٰ ابن تیمیہ جلد سوم ص ۲۷۶

ترجمہ:- حضرت عثمان بن حنفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک نایبنا محلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بینائی کے لئے دعا کی درخواست کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں تیری آخرت کی بھلائی (جنت) چاہوں اور یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو تیری بینائی کے لئے دعا کروں عرض کیا کہ آپ میری بینائی کے لئے دعا فرمائیں آپ نے اس سے فرمایا بہترین وضو کر کے دو رکعت ادا کرو پھر یہ دعا کرو اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں رحمت والے نبی محمد مصطفیٰ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں یا محمد میں نے آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی بارگاہ میں دعاء مانگی ہے تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے اے اللہ اپنے محبوب کی شفاعت اور سفارش میرے حق میں قبول فرم۔

فوائد:- امام ترمذی، ابن ماجہ، اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اس سے چند فوائد درج ذیل ہیں ...

- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے محلی کو سکھایا کہ مجھے یا محمد کہ کر پکارو اور اس محلی نے حضور کی محفل سے دور ہٹ کر جہاں نماز پڑھی وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھے ہوئے طریقہ کے مطابق یا محمد کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا۔ اس سے پتہ چلا کہ دور سے یا قریب سے حضور کو یا کسی ولی کو "یا" سے پکارنا شرک اور بدعت نہیں۔ اگر یہ شرک ہوتا تو حضور اس کو یہ طریقہ ہرگز نہیں ہتھتے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ شرک پھیلانے کے لئے نہیں آئے بلکہ

شک مٹانے کے لئے آئے ہیں لہذا اہل سنت و الجماعت جو یا رسول اللہ کہتے ہیں اور
لکھتے ہیں وہ عین فرشاء رسول خدا ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس صحابی کو طریقہ بتایا کہ میرا وسیلہ اللہ کی
بازگاہ میں پیش کرو اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے وسیلے سے دعا کرنا اور آپ کا وسیلہ
اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا شرک نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا عقیدہ ہے بلکہ یہ قرب
اللہ کا موجب اور دینی دنیوی آفات سے نجات اور مشکلات کے حل کا ذریعہ ہے دیکھو
جیسے ہی اس صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا اس کی بینائی واپس
آگئی۔

۳۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا بھی جائز اور سنت ہے۔

حدیث نمبر ۱۲

قال عروه وثوبیه مولاہ لابی لہب کان ابو لہب
اعتقها فارضعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فلما مات ابو لہب اریه بعض اہله بشر حبیبہ
قال له ما ذا لقيت قال ابو لہب لم الق بعدكم
خیرا انی سقیت فی هذہ بعثاقتنی ثوبیه
(صحیح بخاری، کتاب النکاح باب دامحا کلم الاتی ار معنکم)
(جلد دوم ص ۷۶۳)

ترجمہ۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثوبیہ ابو
لہب کی لوہنڈی ہے ابو لہب نے اس کو آزاد کیا تھا تو اس نے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا پس جب ابو لہب مر گیا تو
اس کو اس کے گھروالوں نے خواب کے اندر برے حل میں
دیکھا پوچھا کہ کیا گذری ابو لہب نے کہا تم سے جدا ہو کر مجھے کوئی
خیر نہیں پہنچی ہاں مجھے اس کلمہ کی الگی سے یاں ملتا ہے کیونکہ

میں نے ثوبیہ لوہڈی کو آزاد کیا تھا۔

فواہدہ۔ اس حدیث سے میلاد شریف کے منانے کی عظمت اور افادت کا پتہ چلتا ہے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حسن المقصد فی عمل المولد میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ابو لمب اتنا بدترین کافر ہے کہ اس کی مددت میں پوری سورۃ تبیت یہا ابی لمب نازل ہوئی تھی لیکن جب ثوبیہ لوہڈی نے اس کو حضور کی ولادت کی خبر دی تو اس نے خوشی میں اس لوہڈی کو اپنے انگلی کے اشارہ سے آزاد کر دیا تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے دونخ میں اس کے عذاب کو ہلکا کر دیا اور میلاد کی خوشی منانے کے صدقے میں اس ہی انگلی سے اس کو سیراب فرمایا تو پھر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام نبی کا امتی ایک موحد جب اپنے آقا کی ولادت کی خوشی منائے گا وہ کس قدر اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کا مستحق ہو گا حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس خوشی منانے کی یہ جزا عطا فرمائے گا کہ اس کو اپنے فضل سے جنت میں داخل کروے گا۔ (حسن المقصد فی عمل المولد ص ۲۶)

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء نے اپنے اپنے زمانوں میں حضور کی آمد سے قبل حضور کی ولادت کا ذکر کر کے حضور کا میلاد منایا حضرت عیینی علیہ السلام کے متعلق تو قرآنی آیت موجود ہے و مبشر ابررسوْل يَا تِيْ مَنْ بَعْدِيْ أَسْمَهُ احْمَدُ حضور کی ولادت کے بعد تمام صحابہ نے بڑے بڑے اولیاء علماء اور صحاباء نے اپنے اپنے زمانوں میں حضور کی ولادت کے ذکر کی مخلفین سجائیں اور میلاد پر خوشیاں منائیں۔

حتیٰ کے خود رب کائنات نے اپنے محبوب کے میلاد کی خوشی منائی وہ اس طرح کہ حضور جس زمانہ میں پیدا ہوئے سارا سال زمین کو قحط اور خشک سالی سے نجات عطا کر کے سربز و شاداب کرویا بے آب و گیاہ زمین کو شادابی اور ہریالی سے معمور کرویا حتیٰ کے وہ سال عرب کے اندر سنتہ الفتح والد بتھاج یعنی فتح و نصرت اور خوشحالی کا سال کہلانے گا۔ (خاصائص کبریٰ ۲۷)

ہم حضور کے میلاد کی خوشی میں لذو اور شیرناں کھانے وغیرہ تقیم کرتے ہیں رب نے اپنے محبوب کے میلاد کی خوشی میں لڑکے تقیم فرمائے اور دنیا بھر کی عورتوں

لے اس سل کوئی لڑکی نہیں جنی صرف لوکے ہی لڑکے جتنے (انوار محمدیہ تہماني ۲۲)
ہم اس خوشی میں لگیوں اور بازاروں اور گروں میں چراغاں کرتے ہیں رب
لے اس خوشی میں ایسا چراغاں فرمایا کہ مشرق و مغرب سب روشن ہو گئے چنانچہ حضرت
بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ حضور کی پیدائش کے وقت ایسا نور لکلا جس سے شرق تا غرب
سب آفتاب روشن ہو گئے (طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۰۳)

میلاد کی خوشی میں ہم جھنڈیاں بھی لگاتے ہیں یہ بھی رب کی سنت ہے
حضرت بی بی آمنہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ تمین جھنڈے ہیں ایک مشرق میں گاڑا گیا
دوسراء مغرب میں اور تیرا پر چم خلنہ کعبہ کی چھت پر لرا دیا گیا (انوار محمدیہ تہماني ص
۳۳ / سیرۃ الحلیۃ ص ۱۰۹)

خود حضور سرور کائنات نے بھی اپنا میلاد پاک منایا، صحابہ نے پوچھا یا رسول
الله آپ پیر کا روزہ کیوں رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا فیہ ولدت و فیہ انزال
علی (مسلم / مسند احمد / ابو داؤد) کہ اس میں میں پیدا ہوا ہوں اور اس ہی دن مجھ پر
وھی نازل کی گئی ہے اس ہی طرح حدیث میں آتا ہے کہ حضور نے اعلان نبوت کے
بعد اپنی طرف سے عقیقہ فرمایا۔ (سنن کبریٰ، بیہقی جلد نہم ص ۳۰۰) اس پر علامہ جلال
الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ حضور کا عقیقہ آپ کے دادا نے آپ کی ولادت کے ساتوں
سل کر دیا تھا اور عقیقہ دوبارہ نہیں ہوتا یہ در حقیقت حضور نے بکرے ذبح کروا کے جو
قراء کو کھانا کھلایا یہ سب کچھ اپنے میلاد کے سلسلہ میں اظہار تفکر کے طور پر آپ نے
ایسا فرمایا ہے لہذا حضور کی میلاد کی خوشی میں کھانا کھلانا یہ خود حضور کی سنت بھی ہے
(حسن المقصود ص ۶۵ / الحلوی للقتلوی للسیوطی ص ۱۹۳)

یہ صحابہ کی سنت بھی ہے چنانچہ ایک دفعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عن
اپنے گمراہی میں لوگوں کے سامنے حضور کی ولادت کے واقعات بیان کر رہے تھے اور اس پر
خوشی و مسرت کا اظہار کر رہے تھے اور خدا کا شکر بجالار ہے تھے اور حضور پر درود و
سلام پڑھ رہے تھے (جیسا کہ آج کل ہم میلاد شریف کی محفل میں کرتے ہیں) اچانک
حضور اس طرف تشریف لے آئے اور حضرت عباس کو دیکھ کر فرمایا میری شفاعت

تمہارے لئے حلال ہو گئی۔ (رسول الکلام، سید احمد محمد دیدار علی بحوالہ تنوری فی مولد البشر ص ۳۹)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد پر خوشی منانے والا حضور کی شفاعت کا مستحق بن جاتا ہے۔

بڑے بڑے محققین علماء اور اولیاء نے بھی میلاد منیا چنانچہ محدث ابن جوزی کہتے ہیں مسلمان ان مخالف میلاد کے ذریعہ اجر عظیم اور بڑی روحانی کامیابی حاصل کرتے ہیں (المیلاد النبوی ص ۵۸) امام نووی فرماتے ہیں کہ میلاد کی خوشیں منانے سے حضور کی محبت اور تعظیم کا اظہار ہوتا ہے (الباعث علی انکار البدع والحوادث ص ۱۲) ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ میلاد شریف کا مقصد اگر حضور کی محبت اور تعظیم ہے تو پھر اس عمل پر اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرماتا ہے (افتقاء العروط المستقیم ص ۲۹۲) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے والد شاہ عبد الرحیم کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ ہر سال میلاد شریف پر کھانے کا اہتمام کرتے تھے ایک سال کھانے کا انتظام نہ ہو سکا تو انہوں نے بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں اس ہی کو تقسیم کر دیا رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی خوشی کی حالت میں تشریف فرمائیں اور آپ کے سامنے وہ ہی چنے رکھے ہوئے ہیں (الدر الشیمن ص ۳۰)

حضرت حاجی امداد اللہ مهاجر کی فرماتے ہیں کہ فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۹)

بہر حال ثابت ہو گیا کہ میلاد شریف منانے علماء صوفیاء و صلحاء صحابہ انبیاء مردوں انبیاء بلکہ خود رب دوسرا کی سنت ہے اور گناہوں کی بخشش مغفرت اور دینی دشمنی مصائب و مشکلات کے حل کا ذریعہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۵

قال ابو بکر قدس سلطنتہ عن ذالک فقامت اليه و

قلت له بابی انت و امو انت احتج بنه

(مکلکواۃ بحوالہ مسند احمد، کتاب الایمان، الفصل الثالث، ص ۱۶)

ترجمہ:- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابو بکر نے مجھ سے کہا کہ اس مسئلہ کے بارے میں میں نے حضور سے پوچھ لیا تھا تو (یہ خوشخبری سن کر) میں کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان جائیں آپ ہی اس کے لائق ہیں۔

فواہد:- اس حدیث سے ایک بہت اہم چیز ثابت ہو گئی وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کسی مسئلہ کے بارے میں پریشان تھے کہ حضور کا وصال ہو گیا اور میں اس اہم مسئلہ کو حضور سے دریافت نہ کر سکا یہ سن کر جب حضرت ابو بکر نے ان سے کہا کہ میں نے اس مسئلہ حضور سے دریافت کر لیا تھا تو یہ خوشخبری سنکر حضرت عثمان یکدم کھڑے ہو گئے اس سے ثابت ہوا کہ کسی خوشخبری پر کھڑے ہو جانا یہ صحابہ کی سنت ہے تو میلاد شریف کی محفلوں میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور اس دنیا میں آپ کی تشریف آوری کی خوشخبری دی جاتی ہے میلاد مصطفیٰ کے مردہ جاں فراء سے شاد کام کیا جاتا ہے تو اس عظیم خوشخبری کے موقع پر اگر مسلمان کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھ لیں تو یہ کوئی شرک و بدعت نہیں بلکہ حدیث بالا کی روشنی میں محلہ کی سنت ہے جب ایک مسئلہ کے معلوم ہونے کی خوشخبری پر صحابہ کھڑے ہو جاتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری تو دنیا کی سب سے بڑی خوشخبری ہے اس عظیم خوشخبری پر اگر مسلمان کھڑا ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھ لے تو کون سا حرام کلم ہو گیا۔ بلکہ ذکر مصطفیٰ کی تعظیم کے باعث وہ اللہ کی بارگاہ سے بے پناہ اجر و ثواب کا مستحق نہ ہرگیا۔

تعجب ہے بعض لوگ اس کھڑے ہونے کو بھی ناجائز بتاتے ہیں حالانکہ صحابہ کے اس فعل کو دیکھتے ہوئے بڑے بڑے علماء اور محققین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر قیام کیا ہے اگر یہ حرام ہوتا تو وہ کیوں کرتے چنانچہ امام تقی الدین سجی

اپنے وقت کے بہت بڑے امام گزرے ہیں ایک دفعہ ان کی محفل میں ایک نعمت خواں نے حضور کی تعریف اور شناع میں دو شعر پڑھے جس کو سکر امام تقی الدین سجکی اور آپ پاس بیٹھے ہوئے سینکڑوں علماء یکدم کھڑے ہو گئے اور ان کو دیکھ کر سب حاضرین مجلس کھڑے ہو گئے۔ (تفیر روح البیان پارہ ۲۶، زیر آیت محمد رسول اللہ)

اس ہی طرح حضرت حاجی امداد اللہ مهاجر کی فرماتے ہیں کہ میلاد کی محفل کے اندر قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں معلوم ہوا کہ حضور کے حضور کے ذکر کی تعظیم میں محبت کے اندر کھڑے ہو جانا یہ شرک نہیں بلکہ صحابہ اور اولیاء کا طریقہ ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو درود و سلام پر کھڑا ہونا یہ تو فرشتوں کا طریقہ اور ان کی سنت ہے کیونکہ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "والصلوات صفا" کہ فرشتے صفات باندھے کھڑے ہوتے ہیں اور دوسری آیت میں فرمایا تمام فرشتے حضور پر درود بھیجتے ہیں معلوم ہوا کہ صفات باندھے فرشتے بھی صفات میں کھڑے ہوئے حضور پر درود و سلام بھیجتے ہیں لہذا کھڑے ہو کر سلام بھیجننا ملائکہ کا طریقہ اور ان کی سنت ہوا۔

٧٣
حدیث نمبر ۱۶

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی
الاسلام حسنة فعمل بھا بعده کتب له
مثل اجر من عمل بھا ولا ینقص من اجرورهم
شیئی و من سن فی الاسلام سنتہ سینتہ فعمل
بھا بعده کتب علیہ وزر من عمل بھا ولا ینقص
من اوزار هم شنی

صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۳۔ مکتووۃ المصالح ص ۳۳۳)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے
اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا پھر اس طریقہ پر اس کے بعد
عمل بھی کیا گیا تو جتنا اجر اس طریقہ پر عمل کرنے والے کو ملے گا
اتنا ہی اجر طریقہ ایجاد کرنے والے کو بھی ملے گا اور عمل کرنے
والے کے اجر میں سے ذرہ برابر بھی کسی نہ کی جائے گی۔ اور
جس شخص نے اسلام میں برا طریقہ ایجاد کیا پھر اس کے بعد اس
بڑے طریقے پر عمل بھی کیا گیا تو جتنا گناہ عمل کرنے والے کو ملے
گا اتنا ہی گناہ طریقہ ایجاد کرنے والے کو بھی ملے گا اور عمل
کرنے والوں کے گناہ میں ذرہ برابر بھی کسی نہ کی جائے گی۔

فواہدہ:- اس حدیث مبارکہ سے بدعت کی حقیقت اور اس کی تفصیل معلوم ہو گئی۔
اور یہ بلت ثابت ہو گئی کہ ہر نیا کام جسے عربی میں ”بدعت“ کہتے ہیں وہ ناجائز یا حرام
نہیں ہوتا بلکہ حدیث بالا کی روشنی میں بعض نئے کام ایسے بھی ہوتے ہیں جو قرآن و
حدیث کے خلاف نہ ہوں بلکہ کسی دینی اور نیک مقصد کے لئے نکالے گئے ہوں وہ نئے
کام بدعت حسنہ کہلاتے ہیں اور موجب اجر و ثواب ہوتے ہیں۔ دیکھو دینی کاموں کے
لئے کار، ریل، ہوائی جہاز کا استعمال قرآن کریم میں اعراب، مساجد کے مینار، دینی

مدارس کی موجودہ شکل، یعنی مخصوص نصاب اسباب اور پیریڈ کا تعین اور مختلف امتحانات اور ان کے مختلف طریقے، تصوف اور طریقت کے بااریک مسائل اصول حدیث، اصول فقہ یہ سب وہ "بدعات" ہیں جو حضور اور صحابہ کے زمانہ میں نہیں تھیں لیکن اس کے باوجود اس کے اچھے اور جائز ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اگر ہر نئی چیز اور بدعت حرام ہوتی تو یہ سب چیزیں حرام ہونی چاہئے معلوم ہوا کہ ہر بدعت ناجائز اور حرام نہیں ہوتی بلکہ وہ ہی بدعت اور نئی چیز حرام ہوتی ہے جو قرآن و سنت کے مخالف ہو۔ اور کل بدعتہ ضلالتہ میں حضور نے ایسی ہی بدعت کو گمراہی اور ضلالتہ فرمایا ہے۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو کہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن سے روایت ہے کہ ثم خرجت معه ليله اخري والناس يصلون بصلوأة قار هم قال عمر نعمۃ البدعۃ هذه (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۹) یعنی حضور کے زمانہ میں صرف رمضان میں تین راتیں نماز تراویح جماعت سے پڑھائی گئی اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں تراویح پڑھی حضرت ابو بکر کے دور میں بھی یہی صحابہ کا طریقہ رہا لیکن حضرت عمر کے دور میں حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ میں دوسری رات حضرت عمر کے ساتھ اس طرف نکلا تو دیکھا کہ لوگ حضرت ابی بن کعب کی امامت میں ایک ہی قرائت میں یکجا ہو کر نماز تراویح جماعت سے ادا کر رہے ہیں تو حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ کتنی اچھی بدعت ہے اگر ہر نیا کام اور بدعت حرام ہوتی تو تراویح بھی حرام ہونی چاہئے لیکن حضرت عمر نے اس کو اچھی بدعت کہا معلوم ہوا کہ بری بدعت حرام اور ناجائز ہوتی ہے اور اچھی بدعت جائز ہوتی ہے۔ لہذا تجھے چالیسوائیں گیارہویں عرس شیشہ اذان سے پہلے درود وغیرہ اگر بالفرض بدعت بھی ہوں تو اچھی بدعت ہونے کی وجہ سے جائز اور مستحب اور لائق ثواب ہیں۔

حدیث نمبر ۷۱

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ

خُلُقُ الْخُلُقِ فَجَعَلْنِي فِي خَيْرٍ فَرَقْتُهُمْ ثُمَّ خَيْرٌ
 الْقَبَائِلُ فَجَعَلْنِي فِي خَيْرٍ ثُمَّ خَيْرُ الْبَيْوَتِ
 فَجَعَلْنِي فِي خَيْرٍ بَيْوَتِهِمْ فَإِنَّا خَيْرٌ هُمْ نُفَسَا وَ
 خَيْرُهُمْ بَيْتًا وَ فِي رِوَايَتِهِ فَإِنَّا خَيْرٌ هُمْ نُسْبَا وَ خَيْرٌ
 هُمْ بَيْتًا۔

(جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۲۳)

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی حقوق کو پیدا فرمایا تو مجھ کو ان میں سے بہترین گروہ میں شامل فرمایا پھر قبائل بنائے تو مجھے بہترن قبلہ عطا فرمایا جب گھرانے بنائے تو مجھے ان میں سے اعلیٰ گھرانہ عطا فرمایا میں از روئے ذات اور گھرانہ کے سب سے افضل ہوں۔ اور ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ میں از روئے نسب اور گھرانے کے سب سے افضل ہوں۔

فائدہ۔ جب اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب اور خاندان سب سے افضل ہے تو یہ ثابت ہو گیا کہ حضور کے والدین کریمین بھی مسلمان تھے اور دین فطرت پر قائم و دائم تھے کیونکہ کافر افضل نہیں ہوتا جب کہ حضور ان کو افضل فرمارہے ہیں پتہ چلا کہ یہ بھی مسلمان تھے۔ لہذا جو لوگ معاذ اللہ حضور کے والدین کریمین کو کافر کہتے ہیں وہ سخت بے ادب کرتے ہیں اور آپ کی اس حدیث کے خلاف بات کرتے ہیں۔ اور ان کا یہ قول حضور کی اس حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل فرمایا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو کہ آپ کے والدین کریمین بلکہ آپ کے آباء و اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب شرک کی نجاست سے پاک تھے سب مسلمان تھے کیونکہ قرآن و حدیث کے ارشاد کے مطابق *إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ جُنُسٌ* شرک ایک نجاست ہے۔ اگر یہ شرک ہوتے اور ان میں شرک کی نجاست ہوتی تو

حضور یہ کبھی نہ فرماتے کہ میں پاکیزہ اصلاب سے پاکیزہ ارحام میں ختم ہوا۔ جب کہ امام طبرانی نے "المجمع الوسط" میں حضرت عائشہ نے یہ حدیث بھی نقل کی کہ حضور کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے حضور کی والدہ کو زندہ فرمایا جنہوں نے حضور کا کلمہ پڑھا اور پھر عالم برلنگ کو چلی گئی۔ اسی طرح حضور کے والد کے متعلق بھی ایسی ہی روایت آئی ہے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ معاز اللہ پہلے وہ کافر تھے پھر ان کو مسلمان کیا گیا بلکہ وہ مسلمان تو پہلے سے ہی تھے لیکن ان کو زندہ کر کے حضور کا کلمہ پڑھوا کر دراصل صحابیت کا اعلیٰ درجہ دلانا مقصود تھا جو حضور کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مرتبہ عطا فرمادیا۔ علامہ آلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعنی (ج ۲ ص ۳۲۲) میں فرماتے ہیں کہ کسی کے والدین کو کافر کہنا اس کو سخت ایذا پہنچانا ہے تو اگر تم نبی کے والدین کو کافر کو گے تو نبی کو ایذا پہنچا رہے ہو اور قرآن و حدیث کے مطابق نبی کو ایذاء پہنچانے والے پر خدا کی دنیا آخرت میں لعنت ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو ایسا کہتا ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ خود کافرنہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی گستاخی اور ایسے گستاخانہ عقیدے سے بچائے۔

ایک حدیث کے مطابق حضور نے جس دسترخوان سے اپنا ہاتھ پونچھ لیا اس دسترخوان کو آگ نے نہیں جلا دیا۔ تو جس پیٹ میں اللہ کا نبی نو مہینہ رہا وہ ماں جنم کی آگ میں کیسے جاسکتی ہے۔ ہرگز یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ معاز اللہ حضور کے والدین کفر کے باعث جنم میں جائیں گے۔

اگر کسی روایت میں اس قسم کی کوئی بات آئی بھی ہے کہ حضور کے والد کافر ہیں تو اس سے مراد حضور کے بھی ابوطالب، میں جو آخر تک ایمان نہیں لائے تھے اور عرف عام میں اکثر بھی کو بھی "پلایا" کہلایا جاتا ہے لذا بھی اس سے مراد ہیں حضور کے والدین کریمین اس سے مراد نہیں وہ مومن ہیں اور جنت میں جائیں گے ان کے لئے کوئی عاشق رسول کفر اور جنم کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

بعض روایات میں یہ جو آتا ہے کہ حضور کو اپنی والدہ کے لئے استغفار کرنے کی اجازت نہیں ملی اس سے بھی ان کا کفر ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ

حضور کے والدین ایام فترت میں تھے اس وقت نجات کے لئے صرف عقیدہ توحید کافی ہوتا ہے کسی شریعت اور احکام الہی کا وجود نہیں تھا کہ اس کے نہ کرنے پر کوئی گناہ گار بنتے لہذا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہیں ہوا اماکہ کہیں کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ وہ گنہگار تھے اس وہم کو ختم کرنے کے لئے رب نے ان کے استغفار کی حضور کو اجازت نہیں دی۔

(۲) اس حدیث میں حضور نے اپنی ولادت اور اپنے خاندان کا ذکر فرمایا اس کو "محفل میلاد" کہتے ہیں معلوم ہوا کہ محفل میلاد منانا اور اس میں حضور کی ولادت کے حالات اور واقعات بیان کرنا یہ خود حضور کی سنت ہے۔ اور جو حضور کی سنت پر عمل کرے گا وہ معذ اللہ گنہگار نہیں ہو گا بلکہ اجر و ثواب کا مستحق ہو گا اور اللہ اور اس کے رسول کا قرب حاصل کرے گا۔ لہذا محفل میلاد منعقد کرنا قرب خدا اور قرب مصطفیٰ کا باعث ہے۔

حدیث نمبر ۱۸

عَنْ جَابِرِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ حَبِيبٍ تَوْفِيَ فَلَمَّا
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
وَضَعَ فِي قَبْرِهِ وَسُوِّيَ سَبْعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَتَبَرَّأَ يَا رَسُولُ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) لَمْ
سَبْعَتْ نَعْمَلْ كَبْرَتْ فَقَالَ لَهُنَّا تَضَايِقُ عَلَى هَذَا
الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرَهُ حَتَّى فَرَجَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
عَنْهُ۔

(مسند احمد ج ۳ بر ص ۳۶۴ - مکملۃ شریف ص ۳۶)

ترجمہ:- حضرت چابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ

فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہاں گئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی قبر پر مشی ڈال دی گئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھنی شروع فرمادی تو ہم نے بھی کافی دیر تک تسبیح (یعنی سبحان اللہ) پڑھی پھر آپ نے تکبیر پڑھی (یعنی اللہ اکبر) کہنا شروع کیا تو ہم نے بھی یہی کہنا شروع کر دیا۔ پھر حضور سے عرض کیا گیا کہ آقا آج آپ نے پہلے تسبیح اور پھر تکبیر کیوں پڑھی تو آپ نے فرمایا اس نیک بندے پر قبر نک ہو گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس نیک بندہ پر قبر کو کشادہ کر دیا۔

فواہدہ۔ اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ زندوں کی تسبیح و تقدیس کا مردوں کو فائدہ ہوتا ہے، لہذا تسبیح، چالیسوائیں، دسوائیں، بیسوائیں، عرس فاتحہ وغیرہ میں جب کلمہ کلام درود شریف اور قرآن پاک پڑھا جائے گا تو یقیناً "اس کا ثواب مردہ کو پہنچے گا اور اس کو قبر اور شریف میں ضرور فائدہ حاصل ہو گا۔ اگر گنگاہ ہوا تو گنگاہ مٹتے چلے جائیں گے اور ولی ہوا تو اس کے درجہ بلند ہو جائیں گے اسی لئے امام طبرانی نے حضرت انس سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نے فرمایا میری امت پر اللہ کی بڑی رحمتیں ہیں کہ میری امت کے کچھ افراد اپنی قبروں میں گناہوں کے ساتھ جائیں گے لیکن جب قبروں سے تکلیف ہو گے تو ان پر کوئی گنگاہ نہیں ہو گا۔ اور ان کے گناہوں کی یہ تاریکی زندہ مومنوں کی ان کے لئے بخشنی کی دعاؤں کی وجہ سے چھٹ جاتی ہے۔ (شرح الصدور۔ سیوطی ص ۲۸)

(۲) اس حدیث سے دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ قبر پر تسبیح و تکبیر کرنے سے اس کی قبر کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے اور قبر کشادہ ہو جاتی ہے۔ لہذا اگر قبر پر اذان دی جائے تو اس میں بھی چونکہ تکبیر ہوتی ہے اس لئے اس کے باعث اللہ تعالیٰ اس مردہ پر اس کی قبر کو کشادہ فرمادے گا۔ اس کے علاوہ قبر پر اذان دینے میں اس حدیث پر بھی عمل ہوتا

ہے کہ حضور نے فرمایا لَقُنُوا مُوتاکِمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (مخلوٰۃ کتاب الجنائز) کے اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ لہذا جب اذان میں لا الہ الا اللہ وہ سنے گا تو یہ سن کر اسے کلمہ یاد آجائے گا اور وہ منکر نکیر کے سوالوں کے جواب میں یہ کلمہ پڑھ کر سرخو اور کامیاب ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ مخلوٰۃ شریف کی متعدد احادیث میں آتا ہے کہ ”اذان“ سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ اس سے دل کی وحشت اور گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے اس سے رنج و غم مت جاتا ہے (مخلوٰۃ باب الاذان) جب کہ قبر میں اس وقت انہی چیزوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے کہ اس وقت سوال و جواب کے وقت شیطان بھی پاس نہ آئے اور قبر کی نئی جگہ میں وحشت اور گھبراہٹ بھی ختم ہو جائے اور دنیا اور سب گھروالوں کے چھوڑنے کا غم بھی ختم ہو جائے تو یہ سب چیزیں اذان سے حاصل ہو جائیں گی اس لئے قبر پر اذان دینے کو علماء نے مستحسن اور مستحب فرمایا ہے۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح بشر نہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ طاقت اور ان کی آنکھوں میں وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ قبر کے اندر کا حال بھی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمائیتے ہیں اور ان کے لئے کوئی چیز حباب نہیں۔ لہذا آج اگر وہ روپہ انور میں تشریف فرمائیں تو ہم غلاموں کو یقیناً ”دیکھ رہے ہیں اور ہماری فریاد کو سن بھی رہے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۹

ان سعد بن عبادة توفيت امه وهو غائب عنها
فقال يارسول الله ان امى توفيت وانا غائب عنها
ايتفعها شئى ان تصدقت به عنها قال نعم قال
فاني اشهدك ان حائطى المعرف صدقه
عليها۔

صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۲۶ کتاب الوصایا کتاب الزکوٰۃ

ترجمہ:- حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ان کی عدم موجودگی میں فوت ہو گئیں تو انہوں نے عرض کیا کہ یار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری مل کا انتقال میری عدم موجودگی میں ہوا ہے اگر میں کوئی چیزان کی طرف بے صدقہ کر دوں تو انہیں اس کا کچھ فائدہ ہو گا۔ حضور نے فرمایا ہاں...! تو انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا "مخraf" بلغ ان پر بے صدقہ ہے۔

فائدہ:- اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ملی عبادات، صدقہ اور خیرات کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔ لہذا جب اس "مخraf بلغ" کا ثواب حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ کو پہنچ سکتا ہے تو ہم جب گیارہویں، بارہویں، تیجو، چالیسوائیں، معراج شریف، شب برائت اور کونڈوں وغیرہ میں جو انواع و اقسام کے طعام اور پھل فروٹ وغیرہ کا ثواب جو مرحومین کو پہنچاتے ہیں وہ بھی یقیناً ان کو ضرور پہنچے گا۔

چنانچہ دوسری ایک روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ خود سعد نے حضور سے دریافت کیا کہ میری مل کا انتقال ہو گیا ہے اس کے لئے کون سا صدقہ افضل ہے تو آپ نے فرمایا "پانی" تو حضرت سعد نے ایک کنوں کھدا یا اور فرمایا یہ سعد کی مل کے لئے ہے۔ معلوم ہوا کہ انواع و اقسام کے طعام اور پھل فروٹ کے علاوہ پانی جیسی عام چیز کا ثواب بھی مردوں کو پہنچ جاتا ہے۔ لہذا حرم پر امام حسین کے نام پر شربت کی جو سبیلیں لگائی جاتی ہیں یقیناً ان کا ثواب ان کی بارگاہ میں ضرور پہنچتا ہے اور ان کی رضا اور خوشنودی کا باعث بنتا ہے۔

(۲) ایک بات یہ بھی ثابت ہو گئی کہ کسی حلال غذا پر غیر کا نام لینے سے وہ حلال غذا حرام نہیں ہو جاتی۔ دیکھو اس بلغ پر اس کے پھل فروٹ پر اس کنوں کے پانی پر حضرت سعد نے فرمایا کہ یہ میری مل کے لئے ہے۔ لیکن وہ فروٹ اور پانی حرام نہیں

ہوا بلکہ سب نے اس کے پھل کھائے اور ہم کنوں کا پانی پیا لہذا جو کھانا سامنے رکھ کر مردہ کو اس کا ثواب پہنچایا جاتا ہے اس سے وہ غذا طعام حرام نہیں ہو جاتی بلکہ وہ مزید برکت والا ہو جاتا ہے کیونکہ حضور کا ارشاد ہے کہ عند ذکر الصالحين تنزل الرحمة کہ صالحین کے ذکر کے وقت خدا کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین اپنے والد حضرت علی کے وصال کے بعد ان کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے اور خود حضرت علی حضور کی طرف سے مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے۔ اگر یہ ثواب نہیں پہنچتا تو حضرت علی اور حسین کریمین ایسا کیوں کرتے۔ معلوم ہوا کہ ثواب پہنچتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۰

عَنْ عَقِيبٍ قَالَ كَنْتُ جَالِسًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَمَاعَةِ الْأَعْرَابِ فَقَالَ السَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتُ اللَّهَ يَقُولُ وَلَوْ
أَنْهُمْ أَذْظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرْ وَاللَّهُ
وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوْجَدُوا اللَّهَ تَوَابًا رَحِيمًا
وَقَدْ جَئْتَكَ مُسْتَغْفِرًا لِلنَّبِيِّ مُسْتَغْفِرًا بِكَ
إِلَى رَبِّي ثُمَّ انشَدَ يَقُولُ

يَا خَيْرِ مَنْ ذَفَتْ بِالقَاعِ اعْظَمْهُ
فَطَابَ مَنْ طَيَّبَهُنَّ الْقَاعُ وَالْأَكْمَ
نَفْسِي الْفَدَاءُ لِتَبَرُّ أَنْتَ سَاكِنُهُ
فِيهِ الْعَفْوُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرْمُ
ثُمَّ انْصَرَفَ الْأَعْرَابُ فَفَطَبَتْنِي عَيْنِي فِرَائِيَتِ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ يَقُولُ
الْحَقُّ الْأَعْرَابِ فَبَشَّرَهُ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قدْ غَفَرَ لَهُ

(تفسیر ابن کثیر، المعروف الامام نووی ص ۲۹۸،
 المغني ج ۳، ص ۵۵۶، الشرح الكبير لابن قدامة
 ج ۳، ص ۲۹۵، کشف القلع، ج ۵، ص ۳۰۰،
 مغایم ص ۲۷۲)

ترجمہ۔ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا کہ "السلام علیک یا رسول اللہ...!" میں نے اللہ سے سنا ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ اگر انہوں نے اپنے نفوں پر ظلم کیا ہے تو یہ آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمائے والا پائیں گے۔ لہذا اب میں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہوئے اپنے رب کے پاس آپ کو شفیع اور سفارشی بناتے ہوئے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ساری مخلوق سے بہتر جن کا جسم مبارک مٹی میں مدفن ہوا پس ان کی خوبیوں سے ٹیلے اور میدان مہک اٹھے۔ میری جان قربان ہو اس قبر انور پر جس میں آپ جلوہ افروز ہیں، اس قبر میں تو جسم پاکیزگی سخاوت اور شرافت ہے۔ یہ عرض کرنے کے بعد جب وہ اعرابی واپس لوٹا تو حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ اس وقت میری آنکھ لگ گئی اور میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے خواب میں فرمایا اے عقبہ اس اعرابی کو مل کر خوش خبری سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمادیا ہے۔

فواہد۔ اس طویل اور معتبر حدیث سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔

- وہ اعرابی حضور کے قبر کی زیارت کے لئے دور دراز سے آیا جس سے ثابت ہوا کہ حضور کے روپہ انور کی زیارت کے لئے سفر کر کے وہاں جانانہ صرف جائز بلکہ محلہ کا طریقہ ہے اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ اور اللہ کے قرب کا ایک وسیلہ ہے۔ جو لوگ حضور کے روپہ شریف کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو منع کرتے ہیں وہ غلط کہتے ہیں ان کے دل حضور کی محبت اور عظمت سے خالی ہیں۔ خود حضور فرماتے ہیں کہ جو صرف میری زیارت کے لئے آیا اسے میری زیارت کا علاوہ اور کوئی حاجت نہیں تھی تو مجھ پر لازم ہو گیا کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں (الطبرانی فی الادسط والکبیر) وہ کتنا بدجنت ہے جو روپہ شریف کی زیارت کے لئے سفر سے منع کر کے حضور کی شفاعت سے محروم کرتا ہے۔

- دوسری اہم بات یہ ثابت ہوتی کہ اللہ کی بارگاہ میں حضور کو وسیلہ بنانے کرنا اور حضور کے "توسل" سے دعا کرنا یہ نہایت مستحسن اور اچھا طریقہ ہے اور اس کے صدقہ میں دعائیں قبول ہوتی ہیں مشکلیں آسان ہوتی ہیں اور گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس زمانہ میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ "حضور کا وسیلہ پکڑا تو انسان کافر ہو گیا" معلوم اللہ۔ وہ لوگ اس حدیث پر غور کریں کہ رب اپنے محبوب کا وسیلہ لانے کا قرآن میں خود حکم دے رہا ہے۔ اور وہ اعرابی جب حضور کا وسیلہ لے کر اور حضور کے "توسل" سے دعا کرتا ہے تو اس کو حضور کی بارگاہ سے شرک کا فتوی نہیں دیا جاتا بلکہ کمل ایمان اور گناہوں کی بخشش کا مژدہ ان کو سنایا جاتا ہے۔ ثابت ہوا کہ ڈائریکٹ خدا تک نہیں پہنچا جاسکتا اس کے محبوب کے وسیلہ سے جو اس تک جائے گا وہی مقبول بارگاہ خدا ہو گا اور اسی کا دین دنیا میں بیڑا پار ہو گا۔ جو بغیر حضور کے وسیلہ کے جائے گا وہ ناکام و نامراد رہے گا

بخدا خدا کا سی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقرب
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

- اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضور کے اس عالم سے پرده فرمانے کے بعد بھی آپ کو یا رسول اللہ کہہ کر پکارنا اور آپ کو حاجت روایا جان کر آپ سے مدد

طلب کرنا جائز ہے۔ گناہوں سے بڑی کیا آفت اور مصیبت ہو گی جب وہ اعرابی اس مصیبت سے رہائی کے لئے حضور سے گزارش کر رہا ہے اور آپ سے مدد طلب کر رہا ہے تو ثابت ہوا کہ ہر قسم کی دینی اور دنیاوی آفتوں اور مصیبوں میں حضور کو پکارنا اور آپ سے فریاد کرنا جائز ہے۔

۳۔ بعض کہتے ہیں کہ حضور تو سنتے نہیں حضور کو کچھ پتہ نہیں (معاذ اللہ) حضور کمھی بھی نہیں ادا سکتے۔ (معاذ اللہ) لیکن اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور نے اپنے غلاموں کی فریاد پر اس کو گناہوں سے نجات دلا کر معلقی کی خوش خبری سنادی تو ہم اگر حضور کو پکاریں گے تو حضور ہماری بھی فریادرسی ضرور فرمائیں گے۔ لہذا حضور سے مدد طلب کرنا اور حضور کا مدد فرمانا اور نفع پہنچانا مشکلیں آسان کرنا یہ عقیدہ نہ شرک ہے نہ بدعت بلکہ الحمد للہ اب حدیث مبارک کی روشنی میں اس کا جائز اور مستحسن ہونا ثابت ہے۔

۴۔ بعض کہتے ہیں کہ ”معاذ اللہ“ حضور مر گئے؟ لیکن اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور کی وفات اور موت صرف ایک آن کے لئے تھی اس کے بعد اپنے روضہ انور میں حضور جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں، سنتے بھی ہیں، دیکھتے بھی ہیں، اپنے ارشادات سے نوازتے بھی ہیں اور پریشان حالوں کی پریشانیاں دور بھی فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۱

حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوزَاءُ وَسْبَّـنْ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَعْدَةُ أَهْلِ
الْمَدِينَةِ قَعْدَةُ شَدِيدَاً فَشَكَوَا إِلَى عَائِشَةَ
فَقَالَتْ انْظُرْ وَقَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَجَعَلُوا مِنْهُ كَوَا إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ
وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ قَالَ فَجَعَلُوا فَمَطَرُونَا مَطْرَا
حَتَّى نَبْتَ الْعَشْبَ وَسَمِنَتَ الْأَبْلَى وَتَفَتَّتَ مِنْ
الشَّعْمَ فَسَمِيَّ عَامَ الْفَتْقِ۔

سن داری ج ۴ ص ۳۳۲ ر مقامیم ص ۶۶)

ترجمہ:- حضرت ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں سخت قحط پڑا اہل مدینہ نے حضرت عائشہ سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس جاؤ اور آپ کے جھروہ انور کی چھٹت میں ایک سوراخ کرو و حتیٰ کہ آپ کی قبر انور اور آسمان کے درمیان چھٹت کا حباب نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے ایسا کیا تو اتنی زبردست بارش ہوتی کہ گھاں آگ آئی اونٹ اتنے موٹے تازے ہو گئے کہ چربی چڑھنے لگی۔ اس سال کا نام ”عام الفتق“ یعنی تزویزی تازگی کا سال رکھا گیا۔

فواہدہ:- ۱۔ اس حدیث سے پلا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ حضور جس قبر انور میں تشریف فرمائیں حضور کی برکت سے وہ جگہ بھی اتنی پا برکت اور عظمت والی ہو گئی ہے کہ اس کا وسیلہ اگر اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے تو اس کا غصب دور ہو جاتا ہے اور رحمتوں کی بارش ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ تو حضور کے وسیلے کے قائل نہیں لیکن یہاں حضرت عائشہ صحابہ کی موجودگی میں حضور کی قبر انور کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کر رہی ہیں اگر یہ شرک ہوتا تو اللہ کا غصب اور زیادہ ہو جانا چاہئے تھا اور بارش نہ برستی لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ پارشی برسی اور خوب برسی پتہ چلا کہ اللہ کو اپنے پیاروں کی قبریں بھی پیاری ہوتی ہیں اور ان کے وسیلے سے دعا کی جائے تو دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اسی لئے اولیاء اور انبیاء کے مزارات پر حاضری دی جاتی ہے تاکہ ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے اور ہماری مشکلیں آسان فرمائے۔

ایک دفعہ سرقند میں قحط پڑا کسی طرح ختم نہیں ہو رہا تھا ایک شخص نے قاضی سرقند کو تجویز دی کہ سب مل کر حضرت امام بخاری کے مزار پر چلیں اور ان کے وسیلے سے دعا کریں چنانچہ جب لوگوں نے ایسا کیا تو بارش برنسی شروع ہو گئی اور قحط

دور ہو گیا۔ (تیسیر الباری شرح بخاری ج ۱۰ ص ۲۲) اسی لئے نواب صدیق حسن خلان بھوپالی کو لکھتا پڑا کہ اولیاء اللہ کی قبروں کے پاس دعا کی قبولیت کا کافی بار تجربہ کیا جا پچکا ہے۔ (نzel الابرار ص ۳۰)

حضرت امام شافعی جیسے عظیم قیسہ اور محدث فرماتے ہیں کہ جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی تو میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کے دو رکعت پڑھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں تو اسی وقت میرا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مزارات اولیاء پر حاضری دینا اور ان کے وسیلہ سے دعائیں نکرنا اور مشکلیں حل کرنا یا شرک بدعت نہیں اگر یہ شرک ہوتا تو محلہ اور امام شافعی جیسے مجتهد وقت ایسا کبھی نہ کرتے۔ اور ان کی مشکلیں کبھی آسان نہ ہوتیں۔

-۲۔ اس حدیث سے تبرکت کی اہمیت کا پتہ بھی چل گیا کہ جن چیزوں کو اللہ کے پیاروں سے نسبت ہو جائے وہ چیزیں بھی اللہ کو پیاری ہو جاتی ہیں اور ان کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں لہذا ان کا ادب کرنا چاہئے۔

حدیث نمبر ۲۲

هذه جبته رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم
كانت عند عائشه رضی اللہ تعالیٰ عنہا فلما
قبضت قبضتها وکان رسول الله صلی اللہ
علیہ وسلم یلبسها فعن نفسها للمرضى
نستشفی بها۔

(صحیح مسلم ج ۱۰ ص ۲۹، مکھواۃ المصانع ص ۲۷۴،
مصنوعات ج ۱۰ ص ۲۹۲)

ترجمہ:- حضرت سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب ہے یہ حضرت عائشہ کے پاس تھا ان کے وصال کے بعد یہ جبہ میں نے

حاصل کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جبہ کو زیب تن فرمایا کرتے تھے ہم اس جبہ کو بیماروں کے لئے دعوتے ہیں اس کی برکت اور وسیلہ سے شفا حاصل کرتے ہیں۔

فواہدہ۔ ۱۔ اس حدیث مبارکہ سے ”تمرکلت“ کی اہمیت اور افادت کا پتہ چل گیا کہ جس چیز کو کسی اللہ کے پیارے سے تعلق اور نسبت ہو جائے وہ چیز بھی با برکت ہو جاتی ہے اور لاائق احترام بن جاتی ہے۔ اس کا اختراں اور ادب کرنا یہ شرک اور بدعت نہیں بلکہ کمل ایمان کی نشانی ہے عشق جب حین شریفین کو جاتے ہیں تو کبھی ممبر کو چوتے ہیں تو کبھی ستونوں کو، کبھی دیواروں کو بوسہ دیتے ہیں تو کبھی پہاڑوں کے محتروں کو آنکھوں سے لگاتے ہیں اس لئے کہ ان چیزوں کو نبی سے نسبت ہو گئی ہے لہذا یہ بھی لاائق احترام ہو گئی ہیں اور ان کا احترام کرنا یہ صحابہ کی سنت ہے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ کسی محلی کے پاس حضور کے بل مبارک تھے تو وہ ان کو عطر میں بسا کر رکھتا تھا جس کی وجہ سے بل سرخ رنگ کا ہو گیا تھا۔ حضرت ام سلمہ کے پاس حضور کے بل تھے جس کو وہ چاندی کی ڈسیہ میں بڑے ادب سے رکھتی تھیں اور جب کوئی بیمار یا جس کو نظر لگ گئی ہو انکے پاس آتا تھا تو اس ڈسیہ کو پانی میں ہلا کر اس کو پلا دیا کرتی تھیں جس سے اس کو شفا ہو جاتی تھی۔ (ملکوۃ، ص ۱۹۳، ر بخاری ج ۲ ص ۲۷۰)

۲۔ ان تمرکلت کی برکت اور ان کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور مشکلین آسان ہوتی ہیں اور بیماریاں دور ہوتی ہیں لہذا جس قبر میں کوئی ولی، نبی آرام فرماء ہو وہ قبر بھی اس نبی اور ولی کی نسبت سے پا برکت ہو جاتی ہے اور وہاں پر بھی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور دینی دینی مشکلین آسان ہوتی ہیں۔

۳۔ جب کسی نبی اور ولی کے تمرکلت کی برکت اور وسیلہ سے دعائیں قبول ہو رہی ہیں اور مشکلین آسانی ہو رہی ہیں تو پھر خود اس اللہ کے ولی کا وسیلہ اگر اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے تو اس کے صدقہ میں کیوں نہ دعا قبول ہو گی۔ ”یقیناً“ وہ خدا کے پیارے ہیں اور خدا اپنے بیماروں کے وسیلے کو کبھی رد نہیں فرمائے گا بلکہ اس وسیلہ کی

لاج رکھتے ہوئے ضرور دعا قبول فرمائے گا اور مشکلیں آسان فرمائے گا۔

حدیث نمبر ۲۳

عن أبي موسى الاشعري قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا و علمتنا صلواتنا فقال اقيموا صفوافكم ثم ليومكم احدكم فاذاكبر فكبروا اذا قراءوا فانصتوا اذا قال غير المغضوب عليهم ولا نصايلين فقولوا آمين۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۴ اور ابو داؤد ج ۱ ص ۳۰۰ اور
ابن ماجہ اور تیہقی ج ۲ ص ۵۵۵ اور
دارقطنی ج ۲ ص ۲۲۸ اور مخلوۃ ص ۸۱)

ترجمہ:- حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا بس آپ نے ہمیں سنت کی تعلیم دی اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا، پس حضور نے ارشاد فرمایا اپنی صفیں درست کرو پھر تم میں سے ایک شخص تمہارا امام بنے جب وہ سعیر کے تو تم بھی سعیر کو جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو اور جب امام غیر المغضوب علیہم ولا نصايلین کے تو تم آئیں کو۔

فائدة:- اس حدیث مبارک نے ”قراءة خلف الامام“ کا مسئلہ واضح طور پر حل کر دیا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں امام اور مقتدی دونوں کے نماز کے اندر اعمال کا ذکر فرمایا جو کام امام اور مقتدی دونوں کے کرنے کے ہیں وہ دونوں کے لئے آپ نے بیان فرمائے ہیں ”فرمایا جب امام سعیر کے تو تم بھی سعیر کو معلوم ہوا کہ یہ کام دونوں کو کرنا ہے لیکن جب قرائت اور قرآن کی تلاوت کا ذکر فرمایا تو صرف امام

کے لئے فرمایا اور مقتدیوں کے لئے فرمایا کہ وہ خاموش رہیں اب یہ حکم ہر نماز کے لئے ہے خواہ وہ سری ہو یا جری یعنی فجر مغرب اور عشاء کی ہوں یا ظهر اور عصر کی مطلقاً نماز کے لئے حکم ہے کہ جب امام قرات کرے تو تم خاموش رہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدی کو فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ حضور کے ارشاد پر خاموش کفر کے رہنا چاہئے۔ اگر مقتدی کے لئے امام کے پیچھے قرات کرنا ضروری ہوتا تو حضور ان کو ایک ضروری اور فرض کام ترک کر کے خاموش رہنے کا حکم نہیں دیتے بلکہ جس طرح بھیر دونوں کے لئے ضروری تھی اور آپ نے دونوں کے لئے بیان فرمائی کہ ”فَلَا كَبُرُ الْكُبُرُ“ اسی طرح اگر قرات بھی مقتدی کے لئے ضروری ہوتی تو حضور اس طرح فرماتے کہ ”فَلَا قراءة فاقراء و“ کہ جب امام قرات کرے تو تم بھی قرات کو لیکن اس کے بر عکس آپ نے فرمایا کہ جب امام قرات کرے تو تم چپ رہو معلوم ہوا کہ مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا درست نہیں۔ جو لوگ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں وہ حضور کے ارشاد کے خلاف کرتے ہیں بلکہ قرآن کے خلاف کام کرتے ہیں کیونکہ قرآن کا حکم ہے کہ ”وَإِذَا قرأتمُ الْقُرآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَلَا نصْتُوْ“ کہ جب قرآن پڑھا پڑھا جائے تو ”غور سے سنو اور چپ رہو“ اور ابن ماجہ ص ۱۳۲ کی ایک دوسری روایت میں تو صاف طور پر حضور نے فرمادیا کہ امام کی قرات ہی مقتدیوں کے لئے کافی ہے بلکہ طحلوی شریف کی ایک روایت میں تو حضور نے بعض صحابہ کو پیچھے قرات کرتے ہوئے دیکھ کر ان کو تنبیہہ فرمائی اور ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں بہت سے علماء اس مسئلہ پر آپ سے مناظرہ اور مباحثہ کرنے کے لئے آئے کہ آپ کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش رہنا چاہئے اس پر گفتگو کریں گے آپ نے فرمایا پاتنے سارے لوگوں سے کیسے گفتگو ہوگی آپ سب لوگ اپنا ایک نمائندہ مقرر فرمائیں اور وہ مجھ سے گفتگو کرے گا اس کا مجھ سے گفتگو کرنا آپ سب کی طرف سے گفتگو کرنا ہو گا سب نے ایک عالم کو نمائندہ مقرر کر دیا۔ آپ نے فرمایا فیصلہ تو اس مسئلہ کا تم نے خود ہی کر دیا اس لئے کہ جب اپنی طرف سے ایک عالم مقرر کر دیا جس کا گفتگو کرنا تم

سب کی طرف سے گفتگو کرنا شمار ہو گا اور اس کی ہار اور جیت تمہاری ہار اور جیت ہو گی اسی طرح یہاں بھی اللہ کی بارگاہ میں امام ہم سب مقتدیوں کا نمائندہ ہوتا ہے لہذا اس کا پڑھنا وہ ہم سب مقتدیوں کا پڑھنا شمار ہو گا۔ یہ سن کر سب بہوت ہو گئے اور امام اعظم کے اس مسئلہ کو مل گئے کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کو پڑھنا نہیں چاہئے بلکہ خاموش رہنا چاہئے۔ بہر حال قرآن کی آیت مبارکہ اور احادیث اور حضور کے عمل کو دیکھتے ہوئے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اور تابعین کا یہی فتویٰ ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرائت نہیں کرنی چاہئے۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ جس نے قرائت کی امام کے پیچھے اس کی نماز نہیں ہو گی (موطا امام محمد مج ج ص ۲۷۶، مصنف ابن الی شیبہ مج ار ص ۲۷۶) حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے پڑھنا فطرت یعنی سنت کے خلاف ہے یعنی ایسا شخص بدعتی ہے۔ (طحاوی ص ۲۷۶، مصنف عبدالرزاق ص ۲۷۶ مج ۲) حضرت ابن عباس جیسے صحابی فرماتے ہیں کہ اگر میرا بس چلے تو میں ایسے لوگوں کی زبانیں (گدی سے) کھینچ لوں۔ (طحاوی مج ار ص ۲۷۶) حضرت سعد بن الی و قاص فرماتے ہیں کہ میری خواہش ہے کہ ایسے لوگوں کے منہ میں انگارے بھرے جائیں (موطا امام محمد ص ۹۸، مصنف ابن الی شیبہ مج ار ص ۲۷۶) حضرت امام ابراہیم نجاشی جیسے عظیم تابعی کا فتویٰ ہے کہ امام کے پیچھے قرائت کرنا مکروہ ہے۔ (مصنف ابن الی شیبہ مج ار ص ۲۷۶)

حدیث نمبر ۲۲

عَنْ عَلْقَمَةِ بْنِ وَاثِيلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ صَلَى مَعَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرَ
الْمَفْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَالظَّالِمِينَ قَالَ أَمِينٌ وَأَخْفَى بِهَا
صَوْتَهُ

(مسند احمد، ابو داؤد، ابوالحکیم، دارقطنی، ر حاکم، ر حملی مج ار ص ۲۷۶)

ترجمہ۔ حضرت ملتہ اپنے والد گرامی حضرت واکل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ انوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ غیر المفضوب علیہم والالضالین رہنمے تو آمین کہا اور اس میں آواز بہت مخفی اور پوشیدہ رسمی۔

فائدۃ۔ یہ حدیث مبارک جس کو حاکم نے صحیح الاسناد قرار دیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضور نے آمین آہستہ آواز سے فرمائی ہے لہذا حدیث کے مانے والوں کو چاہئے کہ جب امام کے پیچے نماز پڑھیں اور امام ولاالضالین کے تو مقتدیوں کو بلند آواز سے آمین کہے حضور کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے بلکہ پست آواز سے خاموشی کے ساتھ آمین کہے حضور کی سنت پر عمل کرنا چاہئے۔

جبکہ پست اور آہستہ آواز سے آمین کرنے والوں کو حضور نے ایک خوشخبری بھی سنائی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب امام ولاالضالین کے تو تم آمین کو بس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہو گئی اس کے سبقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۰۸، ر سنائی ج ۱ ص ۲۹۳، ابو داؤد ج ۱ ص ۲۹) اب ظاہر ہے فرشتے پکار کر بلند آواز سے تو آمین کہتے نہیں ورنہ ہمیں ان کی آواز آتی لیکن ہم نہیں سنتے۔ کیونکہ وہ خاموشی کے ساتھ آمین کہتے ہیں لہذا حضور کے اس ارشاد کے مطابق جوان کے ساتھ موافقت کرے گا یعنی پست آواز سے خاموشی کے ساتھ ان کی طرح آمین کہے گا تو وہ حضور کی اس خوشخبری کا مستحق ثمرے گا کہ اس کے گناہ بخش دئے جائیں گے۔

جن احادیث میں "مدبرہ صوتہ" کا ذکر ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ حضور نے بلند آواز سے آمین کی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے "آمین" نہیں فرمایا بلکہ آواز کو کمپنگ کر دے کے ساتھ "آمین" فرمایا۔ ان ہی احادیث کو دیکھتے ہوئے فقہ کے دو بہت بڑے امام ایک امام مالک اور دوسرے امام اعظم ابوحنیفہ نے آہستہ آمین کرنے کا

قول کیا ہے (الدودۃ الکبری) صحابہ کا بھی یہی عمل رہا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو واللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ و بھہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اعوذ باللہ اور آمین تینوں چیزوں بلند آواز سے نہیں کہتے تھے (صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۸۸) یعنی شرح حدایہ میں حضرت عمر کے متعلق بھی اسی حکم کی روایت مذکور ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور کا طریقہ آخر تک اور ہمیشہ آمین بلند آواز سے کہنے کا ہوتا تو حضرت عمر، عبداللہ بن عمر اور حضرت علی جیسے صحابہ اور خلفائے راشدین کبھی اس عمل کو ترک نہ فرماتے اور ہمیشہ بلند آواز سے آمین کہتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ حضور کا طریقہ آہستہ آواز سے آمین کہنے کا تھا۔

حدیث نمبر ۲۵

عَنْ جَابِرِ بْنِ سُمَرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي
أَيْدِيهِمْ كَانَهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شَمْسٌ اسْكَنُوا فِي
الصَّلَاةِ

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۸۸، ابو داؤد ج ۱ ص ۱۵۰،
نسائی ص ۲۷۴، طہلوی ج ۱ ص ۱۵۰، مندرجہ
محدث ج ۱ ص ۳۹۳)

ترجمہ۔ حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس (جب ہم نماز پڑھ رہے تھے) تشریف لائے (ہم رفع یہین کر رہے تھے) آپ نے فرمایا میں تم کو نماز میں شریر مکوٹوں کی دم کی طرح رفع یہین کرتے کیوں دیکھتا ہوں نماز میں سکونت و نظمائیت اختیار کرو۔

فائدہ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تجیر تحریک کے علاوہ نماز کے اندر رکوع و سجود و قومہ وغیرہ کے وقت رفع یہ دین کرنا یعنی بار بار ہاتھ اٹھانا حضور کو پسند نہیں تھا پھر نہ صرف یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا بلکہ اس کو جانوروں کے فعل سے تشبیہ دے کر اس کی برائی کو بیان فرمایا۔ اور آخر میں اس فعل سے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ نماز سکون و طہانت کے لئے ہوتی ہے اس میں سکون و طہانت اور خشوع و خضوع اختیار کرنا چاہئے ایسا بار بار کرنا نماز کے خشوع و خضوع کے خلاف ہے لہذا سکون سے رہو اور بار بار محوڑوں کی دم کی طرح رفع یہ دین نہ کرو۔ یہی وجہ ہے کہ آر صحابہ نے پہلے کبھی کر بھی لیا تھا تو اس کے بعد پھر کبھی نہیں کیا چنانچہ حضرت ملقہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو حضور جیسی نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں اس نماز میں انہوں نے پہلی مرتبہ کے بعد (تجیر تحریک) کسی جگہ بھی رفع یہ دین نہیں فرمایا۔ (ترمذی ص ۳۰۰) اس ہی لئے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بہت سے اہل علم صحابہ تابعین اور سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی ذہب ہے کہ تجیر تحریک کے علاوہ نماز میں کہیں رفع یہ دین نہیں کرنا چاہئے۔ اور محدث ابو بکر بن حیاش فرماتے ہیں میں نے خیر القرون میں کسی بھی دین کی سمجھ رکھنے والے کو کہیں بھی رفع یہ دین کرتے نہیں دیکھا (طحاوی حجر ص ۲۳۳)

اگر کسی روایت میں حضور کے رفع یہ دین کرنے کا ذکر آیا بھی ہے تو اس کے مقابلہ میں وہ روایات جو ہم نے اوپر ذکر کی ہے جس میں رفع یہ دین سے منع کیا گیا ہے ان روایات کو ترجیح ہو گی کیونکہ ہماری روایات قولی ہیں اور رفع یہ دین کرنے کی احادیث فعلی ہیں جب کہ اصول حدیث کی رو سے قولی حدیثوں کو فعلی حدیثوں پر ترجیح نہوتی ہے۔ رفع یہ دین کی روایات میں تو دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یہ دین کا ذکر ہے حالانکہ اس پر کوئی بھی عمل نہیں کرتا معلوم ہوا کہ یہ ساری حدیث ہی منسوخ ہے اور یہ حضور کا پہلا عمل تھا اب آخری عمل یہ تھا کہ نماز میں سوائے تجیر تحریک کے کہیں بھی رفع یہ دین نہیں فرمایا۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہماری تمام احادیث بڑے بڑے گزیدہ بڑی ہمروالے اور قیہ صحابہ سے منقول ہیں جب کہ رفع یہ دین کی روایات حضرت عبداللہ

بن عمر سے منقول ہے جو اس وقت پچھے تھے اور پچھلی صاف میں کھڑے ہوتے تھے
 حضور کی صحیح حرکت و سکنات کو قریب سے نہیں دیکھتے تھے لہذا اسکے مقابلہ میں حضور
 سے زیادہ قریب کھڑے ہونے والے بڑے معز محلہ کا رفع یہ دین نہ کرنے کا قول زیادہ
 معین بر ہو گا۔

عن ابن عباس رضى الله عنهما ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم كان يصلى في رمضان
عشرين ركعه والوتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج، ص ۲۰، طبرانی
فی الکبیر، سنن بیهقی)

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت
نماز (تراویح) اور وتر ادا فرمایا کرتے تھے۔

فائدة۔ یہ حدیث جس کو مصنف ابن ابی شیبہ میں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ
یہ حدیث حسن ہے اور امت کے اس پر عمل کی وجہ سے یہ صحیح کے درجہ کو پچھی
ہوئی ہے۔ ایسی صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ رمضان المبارک کی راتوں میں بیس
رکعت تراویح پڑھنا یہ حضور مسیحون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ہاں
البتہ حضور کے زمانہ میں ہر شخص علیحدہ پڑھا کر تھا جب کہ حضرت عمر کے زمانہ
سے باقاعدہ ایک قاری اور حافظ کے پیچے سب نے مل کر پڑھنی شروع کروی۔

اس کے علاوہ حضور نے فرمایا (عليکم بستقی و سنتہ الخلفاء
الراشدين المهديين) کہ میری سنت اور میرے خلافے راشدین محدثین کی
سنت کو لازم پڑلو۔ آئیے اب دیکھتے ہیں کہ خلافے راشدین کی تراویح کے بارے میں
کیا سنت ہے؟ حضرت سائب بن زید محلبی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر اور حضرت
عثمان کے زمانہ میں (یا جماعت) بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری امام سوسو
آیات والی سورتی، پڑھتا تھا اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے لائیں کا سارا لیتے تھے۔
اس حدیث کو بیہقی (ج ۲ ص ۲۹۱) نے لقول فرمایا ہے اور امام نووی ”رماتے ہیں
کہ اس کی سند صحیح ہے (شرح المذب) علامہ سکلی، علامہ سیوطی علامہ۔ علی قاری

جسے محدثین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے ثابت ہوا کہ رمضان میں بیس رکعتیں تراویح پڑھنا خلفاء راشدین کا معمول رہا ہے لہذا اس پر عمل کرنے والا درحقیقت حضور کے اس ارشاد پر عمل کر رہا ہے کہ میرے خلفاء کی سنت کو لازم پڑتا ہے۔ اسی لئے ابن تیمیہ بھی لکھتے ہیں کہ علماء کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ بیس رکعت تراویح سنت ہے کیونکہ حضرت ابن الی کعب کے پیچھے بہت سے مهاجرین و انصار صحابہ بنے بیس رکعت تراویح پڑھی اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۱۸۶) اس ہی طرح یہی میں (ج ۲ ص ۹۹۶) حضرت علی کرم اللہ وجہ کی بھی حدیث منقول ہے کہ حضرت علی نے رمضان میں قاریوں کو بلایا ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے اور حضرت علی نے خود وتر پڑھائے۔ اسی لئے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس پر صحابہ کا اجماع ہے کہ تراویح کی بیس رکعت ہیں (مرقاۃ ج ۳، ص ۱۹۳)

باتی جن احادیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ رکعت پڑھنے کا بیان ہے (یعنی ۸ رکعت اور تین وتر) اس سے مراد تراویح کی آٹھ رکعت نہیں ہیں بلکہ تجدید کی آٹھ رکعت مراد ہیں کہ حضور رمضان اور غیر رمضان میں تجدید کی آٹھ ہی ادا فرماتے تھے اور آخر میں وتر پڑھ لیتے تھے تو اس طرح گیارہ ہو جاتی تھیں۔ لہذا یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم، امام مالک، امام ابو داؤد، نسائی، امام تندی، امام داری وغیرہ سب نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا لیکن تراویح کے باب میں ذکر نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۲۷

عَنْ مُعْرِمِهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتَ مُحَمَّدَ بْنَ لَبِيدَ
قَالَ أَخْبَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ
رَجُلٍ طَلَقَ امْرَاتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا فَقَامَ
غَضِبًا ثُمَّ قَالَ إِلَيْهِ بْنُ كَتَبَ اللَّهِ وَأَنَّابِينَ افْظُورْ

کم حتی قام رجل وقال يار رسول الله الا اقتلنے۔

سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۰)

ترجمہ:- حضرت محمدؐ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے محمود بن مسید سے سادہ کہتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی ایک شخص کے بارے میں کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہیں آپ غصہ سے کھڑے ہو گئے پھر فرمایا کیا اس نے کتاب اللہ کو میرے سامنے کھیل بنا لیا ہے حتیٰ کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یار رسول اللہ! کیا میں اس شخص کو قتل نہ کروں۔

فائدہ:- اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینا درست نہیں بلکہ گناہ ہے اور ایسا کہنا حضور کے غصب اور ناراضگی کا سبب ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اگر ایک ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو وہ واقع ہو جاتی ہیں اور اس کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ایک ساتھ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں واقع نہ ہوتیں بلکہ صرف ایک طلاق واقع ہوتی جیسا کہ آج کل بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے تو حضور کبھی بھی ناراضگی کا اظہار نہیں فرماتے کیونکہ ایک طلاق تو سنت ہے لذاست طلاق کے واقع ہونے پر ناراضگی کیسی؟ حضور کا ناراض ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ تین طلاقیں اگر ایک ساتھ دی جائیں تو تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک عورت جس کا نام عائشہ خشمیہ تھا وہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے نکاح میں تھی جب حضرت علی کا وصال ہوا تو اس نے حضرت امام حسن سے کہا کہ آپ کو خلافت مبارک ہو حضرت امام حسن نے کہا کہ تو حضرت علی کی شہادت پر خوشی کا اظہار کرتی ہے جامیں نے تجھ کو تین طلاقیں دیں اس نے اپنے کپڑے لئے اور عدت میں بیٹھ گئی حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو گئی حضرت امام حسن

نے اس کی طرف اس کا بقیہ مراور دس ہزار بھیجے جب اس کے پاس قاصد یہ مال لے کر آیا تو اس نے کہا کہ مجھے اپنے جدا ہونے والے محبوب سے یہ اتنا تحوزہ اسلام ملا ہے جب حضرت امام حسن تک یہ بلت پہنچی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپ نے فرمایا کہ اگر میں نے اپنے نٹا سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ آپ نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں خواہ الگ طریق میں دیں یا بیک وقت ایک ساتھ تو وہ عورت اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ کسی اور خلوند سے نکل جنہ کر لے اگر یہ بلت نہ ہوتی تو میں اس سے ضرور رجوع کرتا۔ اس حدیث کو دو سندوں سے امام دارقطنی نے (ج ہجر ص ۱۳۰) اور دو سندوں سے امام طبرانی نے اور بیہقی نے سنن کبری میں (ج ہجر ص ۲۳۶) میں نقل کیا ہے اور مجمع الزوائد میں (ج ہجر ص ۲۹۰ - ۳۹۰) میں علامہ الشیخی نے اس کو حدیث صحیح قرار دیا ہے۔ جن روایات میں حضور کے زمانہ میں تین طلاقوں کے ایک واقع ہونے کا بیان ہے اس سے مراد غیر مدخل بہا کی طلاق مراد ہے کہ وہ اگر تین دی جائیں تب بھی ایک ہی واقع ہوگی یا وہ طلاق مراد ہے کہ دی تو ایک جائے لیکن بعد میں دو طلاقوں کے الفاظ پہلی والی طلاق کی تائید اور تاکید کے لئے لائے جائیں اس سے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے حضور نے جن کو تین طلاق پر رجوع کرنے کا حکم دیا اس سے اسی قسم کی طلاق مراد ہے۔

حدیث نمبر ۲۸

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ سَمِعَ
أَسْمَى فِي الْأَفَانِ وَوَضَعَ إِبْهَامَيْهِ عَلَى عَيْنِيهِ فَإِنَّ
طَالِبَهُ فِي صَفَوْفِ الْقِيَامَةِ وَقَائِدَهُ إِلَى الْجَنَّةِ۔

شای نجد باب الاذان ص ۲۷۰ بحوالہ کنز العبور قلائق صوفیہ
ر کتب الفردوس ر حواشی بحر الرائق - صلوٰۃ
مسعودی رج ہر باب بسم باگ نماز)

ترجمہ:- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان میں ہمارا نام سن کر انگوٹھے اپنی آنکھوں پر لگائے تو ہم اس کو قیامت کی صفوں میں تلاش کریں گے اور اس کو اپنے پیچے پیچے جنت میں لے جائیں گے۔

فائدہ:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے وقت حضور کا نام سن کر انگوٹھے چونما بڑی فضیلت کی بلت ہے۔ اس میں گنہگاروں کے لئے حضور کی شفاعت کی خوشخبری ہے۔ فقہ خنی کی معتبر کتب شامی میں اس کو مستحب لکھا ہے۔ جب کہ انگوٹھے چونے کی فضیلت میں ایک یہ حدیث بھی آئی ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان میں حضور کا نام سناتا تو اپنے کلمہ کی الگیوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا حضور نے فرمایا جو شخص میرے اس پارے کی طرح کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔ (دیلمی فی الفردوس، مقاصد حسنة لللام مخلوی) اسی روایت کو فقہ خنی کی معتبر کتب مخلوی میں بھی نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اسی طرح کی روایت حضرت خضر علیہ السلام سے بھی منقول ہے فضائل اعمال میں ان احادیث پر عمل کیا تا ہے۔ (مخلوی علی مراثی الغلاح ص ۲۰) یعنی اگر بالفرض مرفع احادیث ضعیف بھی نہوں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ مسلمہ اصول ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ اس بارے میں وہ احادیث جو موقوف ہیں یعنی جو حضرت ابو بکر سے منقول ہیں ان پر تو ضعف کا اعتراض بھی نہیں ہے لہذا حضور کے ارشاد کہ میرے خلفاء کی سنت کو لازم پڑا لو، پر عمل کرتے ہوئے انگوٹھے چونما بھی صحابہ کی سنت ہوا اور حضور کے حکم کی تحریک ہوئی۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو حضور کی زیارت کا شوق ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اتجائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں حضور کا نور چکایا تو انہوں نے انگوٹھے کے ہاتھوں کو چوم کر آنکھوں سے لکایا۔ جب حضرت جبریل نے حضور کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا جو شخص اذان میں میرا نام سن کر ایسا کرے گا وہ کبھی اندھا نہیں ہو گا (تفسیر روح البیان ج ۲۶ ص ۲۷۹)

شخص ایسا کرے گا اذان کے وقت اس کے گناہوں کی بخشش اور حضور کی شفاعت کے علاوہ دنیاوی اس کو فائدہ یہ حاصل ہو گا کہ اُنہے کبھی وہ اندر ہو گا اور نہ کبھی اس کی آنکھ دکھے گی (مقاصد حسنة ص ۱۸۰) قیمہ محمد کرتے ہیں کہ ایک دفعہ تیز ہوا چل رہی تھی جس کی وجہ سے ایک سنکری میری آنکھ میں گر گئی بڑی کوششوں کے باوجود نہ نکل سکی جس کے باعث آنکھ میں سخت تکلیف تھی اس ہی اثناء میں جب اذان ہوئی اور میں نے حضور کے نام پر انگوٹھے چوے اور ان کو اپنی آنکھوں پر لگایا تو سنکری اسی وقت میری آنکھ سے نکل گئی اور مجھے سکون مل گیا۔ (مقاصد حسنة) خصائص کبریٰ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے سو سال تک گناہ کے جب مر گیا تو قوم نے اس کو کوٹے کے ڈھیر پر لا کے پھینک دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھی فرمائی کہ ہمارے اس مقبول بندے کو غسل دے کر کن دے کر نماز جنازہ پڑھئے حضرت موسیٰ نے پوچھا یہ بد کار تیرا محبوب کیسے ہو گیا، فرمایا اس نے ایک دن تورت میں ہمارے محبوب آخری نبی کا نام دیکھ کر اس کو چوما اور آنکھوں سے لگایا اور ان پر درود پڑھا اس لئے ہم نے اس کے سارے گناہ بخش دیئے اور ستر حوروں سے جنت میں اس کا نکاح کر دیا۔ (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۸۵، حیۃ الاولیاء ابو نعیم ۲۳۰ھ رج ۳ ص ۸۵ ر سیرت حلبیہ ۸۵، ر) لذا ہم بھی اگر حضور سے محبت کا اظہار کریں گے اور ان کا نام من کر انگوٹھے چومنیں گے تو یقیناً "خدا ہمیں بھی اس کے صدقہ میں بخش دیگا۔

حدیث نمبر ۲۹

عَنْ أَبِي إِمَاتِهِ قَالَ قَيْلَ يَارْسُولُ اللَّهِ إِنِ الدُّعَاءُ
أَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ الْلَّيْلِ وَدَبْرُ الصَّلَاةِ
الْمُكْتَوِيَاتِ۔

سنن ابو داود، سنن نسائی، مسند احمد، بیہقی، مکہوادہ باب الذکر
(بعد الصلوة)

ترجمہ۔ حضور سے پوچھا گیا کہ کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ زات کے آخر میں اور فرض نمازوں کے بعد

نوائید۔ اس حدیث سے پہلا فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ پانچوں وقت کی فرض نمازوں کے بعد دعا کرنا مسنون ہے اور خود حضور کے اس ارشاد سے ثابت ہے کہ اس وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے جب کہ حسن حسین میں اس حدیث کو تندی اور حکم کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اس میں ”و بعْطَ الْيَدِينَ“ کے لفظ کا بھی اضافہ ہے جب کہ صحاح ستر کے حوالہ سے ”وَرَفَحَمَا“ کے لفظ کا اضافہ ہے جس کے معنی ہیں ہاتھوں پھیلانا اور بلند کرنا لذا ثابت ہوا کہ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مسنون ہے۔ لذا جو لوگ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اور پھیلائے کر دعا نہیں کرتے وہ اس حدیث پر عمل نہ کرنے کے باعث اس کی برکتوں سے محروم ہیں اور ایک سنت کو ترک کر رہے ہیں۔

۲۔ اس حدیث میں ”الصُّلُوةُ الْكَتُوبَاتُ“ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں فرض نمازوں کے اس میں پانچوں وقت کی نمازوں کے علاوہ عیدین جمعہ اور نماز جنازہ بھی آگئی کیونکہ یہ سب ”فرض“ نمازیں ہیں لذا ان سب نمازوں کے بعد دعا کرنانہ شرک ہوا نہ بدعت بلکہ اس حدیث کے باعث ان نمازوں کے بعد دعا کرنا مستحب اور مسنون ہو گیا۔

بعض حضرات خصوصیت کے ساتھ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کو منع کرتے ہیں حالانکہ حضور کے ارشاد کے مطابق اس وقت دعا جلدی قبول ہوتی ہے لذا مردہ کے لئے اور اپنی بخشش کے لئے اس وقت ضرور دعا کرنی چاہئے جب کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا تو ایک اور صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب تم میت پر نماز پڑھو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔ (ابو داؤد حجر ۲۰۰، ریہقی حجر ۳۰، ہجر سن ابن ماجہ ۱۹۰، مرقاۃ شرح ملنکوۃ حجر ۵۹۵، ہجر (ابن حجر فرماتے

ہیں کہ ابن حبان نے اس کو صحیح حدیث قرار دیا ہے اس میں "اذا صلتم" کی شرط ہے اور "فَاخْصُوا لَهُ أَسْرَعًا" جزاً ہے جب کہ شرط اور جزاً میں تفاہی ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ وہ دعا نہیں ہے جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے بلکہ نماز جنازہ پڑھ کے اس کے بعد علیحدہ سے دعا مانگنے کا حکم دیا جا رہا ہے خود حضور کا عمل بھی اس پر شاہد ہے کہ ایک روز حضور نے ممبر پر کھڑے ہو کر غزوہ سوتہ کی خبر دی اسی اثناء میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی پھر ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور لوگوں سے فرمایا تم بھی ان کے لئے دمائے مغفرت کرو۔ یہاں اس حدیث میں "فَصَلِّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُعَالَهُ" کے الفاظ آئے ہیں جس میں نماز کے ذکر کے بعد لفظ "واد" کے ساتھ دعا کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ "واد" مذکور کو چاہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا نماز جنازہ کے علاوہ تھی اور حضور نے نماز جنازہ کے بعد انگریز دوسروں کو بھی دعا کرنے کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد امام اور مقتدی سب کامیت کی مغفرت اور بخشش کے لئے دعا کرنا یہ سنت رسول اور سنت صحابہ ہے۔ ہاں البتہ لمی دعا نہیں مانگنی چاہئے اور اس ہی نماز والی ہمیت میں صفحیں پاندھے ہوئے دعا بھی نہیں مانگنی چاہئے کہ اس سے نماز جنازہ میں کسی اضافہ اور زیادتی کا گمان ہو سکتا ہے۔ فقہاء نے جہاں اس دعا سے منع کیا ہے اس سے اس ہی قسم کی دعائیں مراد ہیں۔

حدیث نمبر ۳۰

قالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتَ
الْمَوْذِنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صُلُوا عَلَى فَانِهِ مِنْ

صَلَّى عَلَى صَلْوَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرَةً۔

صحیح مسلم ص ۲۲۲ ج ۱ مکہواہ ص ۲۲۲، القول البدیع

ص ۲۲۲، سنن الکبریٰ ج ۱ ص ۹۰۹، هزار، عمل الایوم والیوم

(ص ۲۲۲)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم موزن کی آواز سنو تو جو کچھ اس نے کہا ہے وہ ہی تم کو پھر مجھ پر درود پڑھو پس جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔

فائدہ:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے ساتھ درود شریف پڑھنا شرک یا بدعت نہیں بلکہ سنت ہے اور ترقیات و درجات اور نیکیوں میں اضافہ کا باعث ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام نے بھی حضور کے ارشاد پر عمل کیا اور اذان کے ساتھ درود شریف پڑھا چنانچہ اسلام کے سب سے پہلے موزن حضرت بلاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ آپ بھی اذان کے بعد درود شریف پڑھا کرتے تھے اور ان الفاظ میں درود پڑھتے تھے "السلام عليك يا رسول الله" (تنور الحوالك شرح موطا امام نانک جاری ص ۳۹۲ مطبوعہ مصر، درة النجفین للامام عثمان بن حسن ص ۵۹ مطبوعہ مصر)۔ اسی لئے ایک بڑے محدث علامہ ابن سنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد والی حدیث کو نقل کرتے ہوئے اس پر یہ باب باندھا ہے کہ الملوأ على النبي صلی اللہ علیہ وسلم عند اللاذان" یعنی اذان کے وقت خواہ اذان سے پہلے یا اذان کے بعد درود شریف پڑھنا کیونکہ جب حضور سے اذان کے وقت درود شریف پڑھنا ثابت ہو گیا تو انسان جس وقت بھی درود شریف پڑھے گا خواہ اذان سے پہلے یا اذان کے بعد بہر حال وہ سنت پر عمل کرنے والا ہو گا بلکہ قرآن پر عمل کرنے والا ہو گا کیونکہ قرآن میں بھی یا ایمہا الذين آمنوا صلوا علیہ و سموا تسیما فرمائے اللہ تعالیٰ نے ہر اچھے وقت میں درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے اس میں کسی وقت کی کوئی قید نہیں لگائی اللہذا انسان جس وقت بھی درود شریف پڑھے گا خواہ اذان سے پہلے یا اس کے بعد خواہ نماز سے پہلے یا اس کے بعد خواہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا جس طرح بھی درود شریف پڑھے گا وہ قرآن پر عمل کرنے کے باعث رحمت خداوندی کا مستحق بن جائے گا۔ اسی لئے بڑے محدثین حضرت قاضی عیا، حنفی اور

ملا علی قاری شیخ بیہی بھری جیسے محققین نے اپنی اپنی کتابوں میں اذان کے وقت خواہ پسلے یا بعد میں درود شریف پڑھنے کو مشروع اور جائز اور بعض نے تو مستحب بھی لکھا ہے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۵۵، شرح ملا علی قاری ج ۲ ص ۳۳، راجعت الطالبین ج ۲ ص ۲۲۳ رج ۱) لہذا اب اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات صحابہ کے عمل کی میں اور محدثین و فقہاء کے فتاویٰ کے بعد کوئی اگر اس کو برائی سمجھتا ہے یا اس سے منع کرتا رہے تو اس کے لئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ یا تو اللہ اور اس کے رسول کو اور صحابہ کو نہیں مانتا جبھی تو ان کی بات کا انکار کر رہا ہے یا حضور سے اس کو عدالت ہے جو اتنے صحیح احکامات کے باوجود درود شریف پڑھنے سے کتراء رہا ہے اور دوسروں کو منع کر رہا ہے۔

حدیث نمبر ۳۱

عَنْ زِرَاعَ وَكَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لِمَا قَدِمَنَا
الْمَدِينَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادِرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنَقْبَلَ يَدِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجْلِهِ

(سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۱۸، مکملۃ المصالح ص ۳۰۲، کتاب
الاذکار للنووی ص ۲۳۲)

ترجمہ:- حضرت زراع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ وفد عبد القیس میں تھے کہ جب ہم مدینہ منورہ میں آئے تو ہم نے اپنی سواریوں سے اترنے میں جلدی کی پس ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا۔

فائدہ:- اس سے ثابت ہوا کہ بزرگوں کے ہاتھ اور پاؤں چونما شرک اور بدعت نہیں بلکہ صحابہ کی سنت ہے۔ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو حضور ان کو منع فرمادیتے لیکن حضور نے ان کو منع نہیں فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ ہاتھوں اور پیروں کو چونما اور بوسہ دنا جائز اور مستحسن ہے۔ بلکہ بعض روایات میں تو حضور سے اس عمل کی تعریف

پتہ چلتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت اشیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلتے ہوئے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور کے دست اقدس کو پکڑ کر اس کو چوما اور بوسہ دیا۔ اس پر حضور نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں دو عادتیں الکی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو بہت محبوب ہیں۔ (ادب المفرد ص ۸۶، مطبوعہ مصر) اب آپ اندازہ کیجئے کہ جس عمل کی تعریف خود نبی کریم فرمائیں اور جس کی تحسین خود اللہ کا نبی فرمائے وہ فعل اور عمل کتنا حسین اور اچھا ہو گا اب کسی مسلمان کی تو یہ مجال ہو نہیں سکتی کہ جس کو حضور اچھا کہیں اس کو حضور کا امتی مسلمان برا شرک اور کفر کہے

اس حدیث سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ صرف ہاتھ پیر چونا حضور کے لئے جائز تھے اور کسی کے لئے جائز نہیں۔ بلکہ متعدد احادیث سے دوسروں کے لئے چونا بھی ثابت ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے جب حضور کی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آتی تھیں تو حضور ان کے استقبال کے لئے محبت سے کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ پر بٹھایا کرتے تھے (ابوداؤد
رج ۲۱۸، مکملکواہ ص ۵۰۲، ابواب المفرد ص ۳۸۳) حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا (کیمیائے سعادت امام غزالی ص ۲۹۷، عوارف المعارف، شاب الدین سروردی ص ۳۶۰) حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس سے جب سنا کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے حضور کے دست مبارک کو مس کیا ہے تو انہوں نے حضرت انس کے ہاتھوں کو لے کر چوم لیا (الادب المفرد ۳۳۲) ایک دفعہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری پر سوار ہونے لگے تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادباً "ان کی سواری کی لگام پکڑی حضرت زیرین ثابت نے ان کو ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا اے نبی کریم کے پیچا کے صاحبزادے آپ ایمانہ کیجئے اور میری سواری کی لگام کو نہ پکڑئے حضرت عبد اللہ بن عباس نے کہا کہ مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ میں علماء کی تنظیم کروں یہ سن کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

حضرت عبد اللہ ابن عباس کا ہاتھ مبارک پکڑ کر اس کو چوم لیا اور فرمایا ہم کو بھی ہلا اسی طرح حکم دیا گیا ہے کہ حضور کی اہل بیت کی تعظیم کریں (رسالہ گیریہ - ص ۶۷۶، مدارج النبوة ۲۳۸، صواعق المحرقة ابن حجر ص ۲۳۸) معلوم ہوا کہ صحابہ بھی آپس میں ایک دوسرے کا ہاتھ چوما کرتے تھے لہذا اس سے ثابت ہوا کہ بزرگوں کے اور دینی عظمت رکھنے والوں کے ہاتھ چومنا جائز اور مستحسن فعل ہے اور نبی کریم اور خود صحابہ کی سنت ہے۔

حدیث نمبر ۳۲

قدموا علی رسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فندکرو الہ فقال وما يدريک انها رقیہ ثم قال
قد اصبتم اقساما واصربوا لی معمک فضحک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(صحیح بخاری، کتاب الاجارہ)

باب ما يعلی فی الرقیہ ج ۲ ص ۳۰۳)

ترجمہ:- پس وہ آئے حضور کی خدمت میں اور انہوں نے
اپنا واقعہ آپ سے بیان کیا آپ نے منتر پڑھنے والے سے پوچھا
تھے یہ کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ منتر ہے پھر آپ نے فرمایا تم
نے اچھا کیا یہ بکروں بانت لو اور میرا بھی ایک حصہ اپنے ساتھ
رکھو اور آپ مسکرا دیجئے۔

فائدہ:- یہ بخاری شریف کی ایک تفصیلی اور طویل حدیث کا ایک مکمل ہے۔
پوری حدیث اور پورا واقعہ یہ ہے کہ کچھ مصحابہ کرام ایک سفر پر روانہ ہوئے راستے میں
میں ان گاگزرا ایک عرب کے قبیلہ پر سے ہوا ان مسافروں نے چاہا کہ یہ قبیلہ والے
ہماری مہمانی کریں لیکن اس قبیلہ نے ان مصحابہ کی مہمانی نہیں کی اتفاق سے اس قبیلہ
کے سردار کے پھونے کاٹ لیا انہوں نے بڑا علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا ان میں
سے کسی نے کہا کہ یہ جو مسافر آئے ہیں چلو ان سے جا کر پوچھتے ہیں شاید ان کے پاس
اس کا کوئی علاج ہو انہوں نے صحابہ سے آکر پوچھا تو ان میں سے ایک صحابی نے کہا کہ
خدا کی قسم میں اس کا منتر چاہتا ہوں لیکن چونکہ تم نے ہماری مہمانی نہیں کی اس لئے
میں اس وقت تک منتر نہیں پڑھوں گا اور جھاڑ پھونک نہیں کروں گا جب تک تم کوئی
اجرت اور معاوضہ نہیں دو گے آخر چند بکروں بطور اجرت دینے کا انہوں نے وعدہ کیا
یہ صحابی اس قبیلہ کے سردار کے پاس گئے اور اس پر سورہ فاتحہ پڑھ کے دم کیا اور اس

کو جھاڑا، ان کے دم کرتے ہی وہ سردار فوراً "ٹھیک ہو گیا اور اس طرح چلنے لگا جیسے اس کو کبھی کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ جو بکریاں دینا طے ہوئی تھیں وہ بکریاں انہوں نے اس صحابی کو دے دیں۔ صحابہ کرنے لگئے کہ اس کو آپس میں بٹھ لو لیکن ان منتر پڑھنے والے اور جھاڑنے والے صحابی نے کہا کہ جب تک ہم حضور سے اس بارے میں نہیں پوچھ لیں گے اس وقت تک ان بکریوں کو تقسیم نہیں کریں گے۔ جب یہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو حضور نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ منتر ہے پھر آپ نے فرمایا تم نے بالکل صحیح کیا یہ بکریاں آپس میں بانت لو بلکہ اس میں میرا بھی حصہ رکھو اور یہ فرمائے آپ مسکرا دیجئے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن و حدیث اور اللہ تعالیٰ کے اسماء کے ساتھ دم، درود، جھاڑ پھونک اور تعویذ گذے وغیرہ کرنانہ شرک ہے نہ بدعت ہے بلکہ یہ اس حدیث کی رو سے بالکل جائز ہے اور صحابہ کی سنت ہے بلکہ پھوڑے، پھنسی کا علاج تو خود حضرت جبریل نے آگر حضور کو بتایا تو حضور نے اس دعا کو پڑھ کر جھاڑا تو حضور کو شفا ہو گئی۔ (مسلم، ص ۲۲۹)۔ جن احادیث میں جھاڑ پھونک اور منتر کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد وہ جھاڑ پھونک اور منتر مراد ہے جو شرکیہ الفاظ پر مسلط ہو یا زمانہ جاہلیت کے دم کی طرح ہوں۔ مطلبًا "ہر قسم کے دم تعویذ کو حرام کہنا قرآن و حدیث سے ثوابتیت کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۳۳

عَنْ أَبِي دَاوُدَ بْنِ أَبِي صَالِحٍ قَالَ أَقْبَلَ مَرْوَانُ يَوْمًا
فَوُجِدَ رَجُلًا وَاضْعَافًا وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ فَقَالَ أَتَدْرِي
مَا تَصْنَعُ فَاقْبَلَ عَلَيْهِ فَأَذْهَمَهُ أَبُو إِيْوَبَ فَقَالَ نَعَمْ
جَئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِمَ اتَّ
الْعَجْزَ۔

((مسند احمد، ص ۲۲ سالہ، ج ۵، مسند رک حاکم ص ۵۵۰، ج ۳))

(مجموع الزوائد ص ۵۰، ج ۳)

ترجمہ۔ حضرت ابو داؤد بن الی صالح سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مروان روضہ رسول پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص اپنا چہرہ قبر انور پر رکھے ہوئے ہے مروان نے اس سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے تم کیا کر رہے ہو اس شخص نے جب اپنا چہرہ اٹھایا تو وہ صحابی رسول حضرت سیدنا ابو ایوب النصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے انہوں نے فرمایا ہاں میں جانتا ہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی پھر کے پاس نہیں آیا۔

فائدہ۔ اس حدیث سے کئی فوائد حاصل ہوئے۔ حاکم اور امام دین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

— اللہ کے پیاروں کی قبریں پر اپنا چہرہ رکھنا اس کو چونما اور بوسہ دینا جائز ہے، اگر یہ شرک بدعت یا قبر پرستی ہوتی تو میزان رسول حضرت ایوب النصاری جیسا عظیم صحابی کبھی یہ کام نہ کرتا۔ اور یہ کام صرف انہوں نے ہی نہیں کیا بلکہ جب حضرت بلاں ایک عرصہ کے بعد حضور کے روضہ شریف پر حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی محبت میں ایسا ہی کیا تھا حدیث میں آتا ہے فجعل یہ کی عنده ویمرغ وجہہ علیہ کہ آپ مزار شریف کے پاس رو رہے تھے اور مزار اقدس پر اپنا چہرہ مل رہے تھے۔ ثابت ہوا کہ ایسا کرنا بڑے بڑے عاشق رسول صحابہ کی سنت ہے۔ اسی لئے حنبلي فقہ کے امام اور عظیم عقیلہ حضرت امام احمد بن حنبل سے حضور کی قبر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ جب حجر اسود کو چوما جاتا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ صالحین اور عارفین کی قبور کو بھی چونما جائز ہے۔ (شرح بخاری لابن حجر، ص ۵۰۰، تواش الجلال)

الدین سیوطی) فقہ کی مشور کتاب فتوی عالمگیری میں ہے کہ اپنے مل باپ کی قبروں کو
چونسے اور بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی عالمگیری کی کتاب الکرامت باب
زیارت العبور)

۲۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جن چیزوں کو اللہ کے پیاروں سے نسبت
اور تعلق ہو جائے وہ چیزیں بھی تحرک ہو جاتی ہیں۔ اور ان تحرکات کا ادب و احترام اور
ان کا چونا جائز ہے۔ دیکھئے یہاں قبر کو حضور کی نسبت کی وجہ سے حضرت ابو ایوب
نے تعظیم کی۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی آتا ہے کہ
جس مبرپ حضور خطبہ ارشاد فرماتے تھے انہوں نے اس مبرپ اپنا ہاتھ پھیر کر اس کو
اپنے منہ پر رکھ لیا (شفاء القاضی عیاض) یعنی اسکرپٹ ریڈورس سے برگت حاصل کی۔

۳۔ حضرت ابو ایوب انصاری نے فرمایا کہ میں کسی پھر کے پاس نہیں آیا بلکہ حضور
کے پاس آیا ہوں جس طرح پھر بے جان بے روح ہوتا ہے نہ ستتا ہے نہ دیکھتا ہے اس
طرح حضور کی ذات نہیں بلکہ ان کا عقیدہ تھا کہ آپ زندہ ہیں سنتے بھی ہیں
اور دیکھتے بھی ہیں اور اپنے غلاموں کی تکلیفوں کو دور فرماتے ہیں اور ان کی مشکلیں بھی
آسان فرماتے ہیں۔ ان کے غنوں کا مدوا بھی کرتے ہیں اسی لئے میں اپنے غم کا بھی
علاج کرنے کے لئے یہاں حاضر ہوا ہوں۔

تریمی اجتماع

ہر انگریزی مہینہ کے پہلے جمعہ کو

بعد نماز عشاء اکبری تکونیہ مسجد

میں

احبّاب اسلامی کا ماہانہ تربیتی اجتماع

منعقد ہوتا ہے جس میں

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد نبیر

کا خصوصی خطاب ہوتا ہے اپنے عقیدہ اور منک کی قرآن و حدیث کی روشنی صحیح

معلومات حاصل کرنے کے لئے ہس پروگرام میں ضرور تشریف لایے۔

احباب اسلامی کے اغراض و مقاصد

- ☆ بندگان خدا میں محبت خدا، عشق مصطفیٰ اور الافت اولیاء کا فروغ
- ☆ اعلائے کلمۃ الحق احیائے دین میں اور غلبہ اسلام کے لئے جدوجہد کرنا۔
- ☆ عقائد حقہ کی نشوواشاعت اور اعمال صالحہ کی ترغیب دینا۔
- ☆ زندگی کے ہر شعبہ میں اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی کوشش کرنا۔
- ☆ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسانیت کی بے ہی اور بے قراری اور ان کی معاشری اور اخلاقی پیچیدہ سائل کا یقینی اور قابل عمل حل فراہم کرنا۔
- ☆ اصلاحِ نفس اور تزکیہ قلب کا اہتمام کرنا۔